کا فیصلہ ہو چکا تھا تو امرتسری منکر کیوں پہلے شرائط ہی کی بحث شروع کرتا۔

پھر امرتسری منکر کہتا ہے کہ

اگر جناب مولانا صاحب نے شرائط منظور فرمائی ہوتیں تو کسکو بارہ خیال کہ شرائط کی ترمیم کی درخواست کرتا بلکہ وہ درخواست تعیین شرائط کی تھی نہ ترمیم کی پس یہ ہی ٹیڑی جوتی میں ٹیڑا پاؤں گھسا کرنا ہے تردید نہیں

اسکا جواب بہتر ہوگا ہم انہیں خود دیں تا امرتسری منکر کی تسلی ہو جاوے لیکن وہاں سے شاید جواب دینے میں دیر ہو اسلئے میں اس تحریر کا ایک ہی فقرہ لکھ دیتا ہوں جو امرتسری منکر کے خیال میں تعیین شرائط کی تحریر ہے اس سے فضیلت مآب کے اس الزام کی بھی حقیقت کھل جائیگی۔ کہ تعیین اور ترمیم میں ہم تمیز نہیں کرسکتے۔

چنانچہ مناظر اہل سنت والجماعت لکھتے ہیں "شرائط محررہ جناب مولوی محمد احسن صاحب پوبحیر بعد ترمیم منظوری سند رجہ ذیل جملہ شرائط میں منظور ہیں" ترمیم اور منظور کے الفاظ میں نے خصوصیت سے جلی کر دئے ہیں اب ناظرین انصاف کریں اور امرتسری منکر کی حق پژوہی کی داد دیں کہ کس صفائی اور خوبی سے وہ اس درخواست کی تعیین شرائط کی درخواست بتاتا ہے اب کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ کیوں حضرت ترمیم اور تعیین میں تمیز ہم نہیں کرسکتے یا خود فضیلت مآب لوگوں کو مغالطہ میں رکھنا چاہتے ہیں یا سمجھتے ہی نہیں اب میں امرتسری منکر کی ٹیڑی جوتی اسکے ٹیڑھے منہ پر جڑتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کیوں صاحب سچ ہے نہ کہ ٹیڑی جوتی میں ٹیڑھا پاؤں گھسا کرتا ہے سیدھا نہیں کیا اس قسم کی ٹمسخر بیانیوں سے تم کامیاب ہو سکتے ہو کبھی نہیں؟

پھر امرتسری منکر کہتا ہے کہ "مناظر کبھی کا بعد پہلے مقرر ہو چکا تھا" اسکے لئے میں کسی لمبی بحث کی حاجت نہیں سمجھتا مولوی فاضل ثناء اللہ انسا بتا دیں کہ وہ درخواست جو ٹیڑی جوتی میں ٹیڑھے پاؤں کی مصداق آپنے [illegible] کیا اسپر آپ کے دستخط ہیں یا فقط مناظر [illegible] سماعت لکھا ہوا ہے اگر مناظر پہلے سے مقرر ہو چکا تھا تو اس درخواست پر نام نہ دینے کی [illegible]

اسکے علاوہ مولوی [illegible] کے چہرہ بیحیائی پر سے نقاب اٹھا دینے کیلئے یہاں اس جواب کا آخری فقرہ درج کرنا ضروری ہے جو اسکی اس معاملہ بالا درخواست ترمیم کا دیا گیا تھا۔

"بہر حال شرائط حضور کے استمزاج سے طے ہو چکی ہیں اب وقت کو ضایع نہیں ہونے دینا چاہئے فریق ثانی اپنا مناظر معین کرے جو مسایل مقررہ پر بحث کریگا"

اگر مناظر مقرر ہو چکا تھا تو پھر نہیں آپکی ترمیم شرائط کی درخواست کے جواب میں اس فقرہ کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۱۴۔جون تک کوئی مناظر مخصوص نہیں ہوا بلکہ عام طور پر مشہور یہ تھا۔ کہ مولوی احمد حسن صاحب امروہی ہونگے۔

اسقدر غلط بیانی سے کام لینا مولوی فاضل کو مبارک ہو اور یہ انکی فتح کا نشان۔

اسطرح پر امرتسری منکر نے واقعات کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اور لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہے مگر وہ یاد رکھے کہ ان چالاکیوں سے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اور دیکھنے والے اندھے نہیں ہیں اس تنقید پر بیمارک کرونگا۔ ایڈیٹر الحکم کے متعلق جس واقعہ کا اظہار مولوی ثناء اللہ نے کیا ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ پبلک میں آئے محض اس وجہ سے کہ اسکا تعلق ہز ہائینس نواب صاحب رامپور سے تھا اور اس واقعہ کی پوری کیفیت جہاں ایڈیٹر الحکم کی جرأت اور دلیری کو ظاہر کریگی وہاں بالمقابل واقعات کا پہلو غالباً تاریک ہوگا اسلئے میں نے ہرگز یہ پسند نہیں کیا تھا کہ اسکے متعلق کچھ لکھوں اب جبکہ ثناء اللہ نے اپنے اخبار میں اس واقعہ کو غلط رنگ سے پیش کیا ہے میرا فرض ہے کہ میں اس پردہ کو بھی اٹھا دوں مگر اسکے لئے بھی میں مناسب ہی سمجھتا ہے کہ اس سے پہلے کہ یہ واقعات پبلک میں آئیں انہیں مناسب سے دوسرے رنگ میں نوٹس لوں جو عنقریب انشاء اللہ پبلک کو معلوم ہو جائیگا بہر حال جیسا کہ میں ظاہر کیا ہے اس تنقید میں امرتسری منکر کو پتہ لگ جائیگا۔ کہ اسکے مغالطوں پر اب پردہ نہیں پڑ سکتا امید وار بود و بیداند

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ کی صحت الحمدللہ قوم کے لئے باعث مسرت اور اللہ تعالیٰ کے حضور شکریہ کے قابل ہے۔ آپ قوم میں **وحدۃ** اور **اخوۃ** پیدا کرنیکے لئے از حد فکر مند اور ساعی ہیں۔

۲۔ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب و صاحبزادہ بشیر احمد و میر محمد اسحاق صاحب کشمیر تشریف لیگئے ہیں مولوی سید سرور شاہ صاحب بھی ہمراہ ہیں۔

۳۔ ۱۵۔جولائی ۱۹۰۹ء سے ڈیڑھ ماہ کے لئے مدرسہ بند ہو گیا ہے اور مدرسۃ النسات بھی تین ہفتہ کے لئے بند ہوا ہے۔

۴۔ طلبار مدرسہ تعلیم الاسلام مدرسہ کے لئے چندہ وصول کرنے کے کام پر جائیں گے اسکا اعلان بعد میں ہوگا امید ہے جماعتیں ان کی حوصلہ افزائی کریں گی اور مدرسہ کے فنڈز جو بہت کمزور ہیں ان کی طرف توجہ کرینگی۔

جس نے دوسرے تمام علوم پر دنیا کو بیش قرار خزانہ بخشا ہیں نے اخلاق تصوف پر بہت کچھ لکھا وہ اس ایک شعبہ علوم میں کچھ بھی لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتی باوضعیکہ وہ خود حکمران اور روئے زمین کے سلطنتوں میں سے سب سے بڑی سلطنت رہی ہو مگر یہ تعجب فوراً دور ہو جاتا ہے جب انسان **حقیقت اسلام** پر غور کرتا ہے اسلام انسان کو با خدا انسان بنانا چاہتا ہے اور اسکو اس عالم کے لیئے طیار کرنا چاہتا ہے جو اس دنیا کے بعد آتا ہے وہ دنیا اور اس کے متعلقات کو جس کی انتہا سلطنت ہو سکتی ہے محض ایک عارضی اور ضمنی امر قرار دیتا ہے جو انسان کی ضروریات کا ایک جزو ہے اسلام اسکو مسافر کی حیثیت سے رکھنا چاہتا ہے نہ مقیم کی صورت میں یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے باوجود سلطنت کے اعلیٰ مقام پر پہونچنے کے اور دنیا میں ایک کونسٹیٹیوشنل سلطنت کر کے دکھا دینے کے پولیٹیکس کے فلسفہ پر بحث نہیں کی اسلیئے کہ انہوں نے سلطنت کو اپنا مقصد اصلی قرار نہیں دیا۔

یہ ایک لمبی بحث ہے اور اسکو میں اسی سلسلہ مضامین میں ضرورتاً لکھونگا انشاء اللہ العزیز

لالہ دینا ناتھ صاحب اب اگر دیانت اور انصاف کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتے تو جب تک وہ اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہ ہوں اور قرآن مجید کو پڑھ نہ لیں اس مضمون پر قلم نہ اٹھائیں گو میں امید نہیں کرتا کہ وہ میرے مشورہ سے فائدہ اٹھائیں بہرحال یہ سلسلہ مضامین کا ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہو سکے گا اور آریہ سماج کے پہوڑے پھوڑ کر ناسور بن کر یہ نکلیں گے۔

سادہ سنگت

اس نام کی ایک مختصر سی مجلس یہاں قائم ہوئی ہوئی ہے۔ یہ زمانہ انجمنوں اور تعصبات کا زمانہ ہے **سادہ سنگت ایسی مجلس کا ایسے** زمانہ میں قائم ہونا کوئی نئی بات نہیں مگر سادہ سنگت کی اہم غرض یہ ہے کہ وحدت کو عملی رنگ میں پیدا کرے اور کونو مع الصادقین کو نصب العین رکھے انہیں مقاصد کے ماتحت ایک کام تبلیغ الاسلام کا بھی اسکے زیر نظر ہے وہ چاہتی ہے کہ **خالصہ قوم** میں اسلام کی تبلیغ کیجاوے اس غرض کے لیئے ماسٹر محمد یوسف صاحب سکھ نو مسلم نے اپنی زندگی کو آیندہ معروف کرنا چاہا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ (جو بہر حال ہم سب کے سرپرست ہیں) نے خصوصیت سے اس کام میں مدد دینے کا عملی اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ **اظہار حق** جو سکھ ازم پر ماسٹر محمد یوسف نے لکھی ہے اسکے طبع کیلیئے ایک بڑی رقم حضرت نے صدر انجمن کو عطا فرمائی اور دو سو صفحہ کی کتاب کو بہت ہی کم قیمت پر فروخت کرنیکا حکم دیا اسی طرح پر **باوا نانک کی سوانح عمری** کے لیئے بھی پورا انتظام آپ نے فرمایا ہے یہ کتابیں اردو میں سادہ سنگت کی طرف سے لکھی گئی ہیں اور ایک اور رسالہ آریوں کے متعلق لکھا ہے انکے علاوہ آٹھ چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ گورمکھی میں کئی ہزار چھاپ کر مفت تقسیم کیئے جاینگے سادہ سنگت کم از کم چالیس ہزار کی تعداد میں انہیں چھاپنا چاہتی ہے یعنے ہر ایک ٹریکٹ پانچ پانچ ہزار اسکے لیئے روپیہ کی ضرورت ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے نام بھیجنا چاہئے سادہ سنگت اپنے کام کے دایرہ کو عملی رنگ میں وسیع کرنیکی خدا تعالیٰ سے توفیق چاہتی ہے جو احباب اسکے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں ○ اور اسکی ضرورت سمجھتے ہوں وہ اپنی امداد سے اسے محروم نہ رکھیں۔

رامپور کا مباحثہ ثناء اللہ کی قلم سے

رامپور کے مباحثہ کے متعلق ہم نے پہلی اشاعت میں دو مخالفوں کی تحریروں کی تنقید شائع کردی ہے الحدیث کے ۲۸ جون کے نمبر میں امرتسری منکر نے اس مضمون کی تنقید کی ہے جو ہم نے ۲۴ جون کی اشاعت میں مولوی محمد علی صاحب نے لکھا تھا امرتسری منکر اپنی چالاکیوں سے اصل معاملہ کو مشکوک کرنیکی کوشش کرتا ہے مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکتا ہم صفائی کیساتھ اس امر کو تسلیم کرنیکو طیار ہیں۔ کہ ہم نے مباحثہ کو بند کر دیا اسکے معنے اگر یہ ہوں اور مفرور ہیں تو امرتسری منکر کو خوش ہونا چاہیئے کہ ہم اسکی تاویل نہیں کرتے مگر دنیا عقلمندوں سے خالی نہیں وہ سمجھ سکتی ہے کہ جس حال میں ہم نہایت دیانتداری کیساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے مباحثہ بند کر دیا تو ضرور اسکے لیئے قوی وجوہات ہونگی پس ان وجوہات کی معقولیت میں کوئی کلام نہیں۔ وفات مسیح ایسا مسئلہ نہیں جس پر احمدی قوم مباحثہ نہ کر سکے ہم رامپور میں کسی انعام کے لیئے نہ گئے تھے۔ بلکہ ہم نے ایک معقول رقم اس مقصد کے لیئے صرف کی کیونکہ غرض صرف یہ تھی کہ احقاق حق ہو اور تبلیغ ہو جن لوگوں کو شکست اور فتح سے غرض ہے اور بٹیر بازوں اور قمار بازوں کی طرح مذہبی معاملات کو طے کرنا چاہتے ہیں انہیں انکے خیالات مبارک ہوں وہ اپنی فتح کا پھریرا اڑاتے پھریں۔ ہم اتنا ہی غنیمت سمجھتے ہیں کہ اس پہلو سے رامپور پر حجت پوری ہو گئی

اس تنقیدی مضمون میں امرتسری منکر کا کہنا کہ شرائط گویا منظور نہ ہوئے تھے تو پھر دربار رامپور میں جو مباحثہ ہو رہا تھا آپ ہی کے بیان کے موافق بدون تصفیہ شرائط تھا۔ ہم نے اسکو خلاف ورزی شرائط کے نیچے ہی لا کر بند کیا تھا۔ مگر اب امرتسری منکر نے اور بھی وضاحت کر دی کہ وہ شروع ہی خلاف شرائط ہوا یا کم از کم بدون شرائط ہوا۔ اب دانشمند خیال کریں کہ جہاں شرائط ہی کا تصفیہ نہیں تو بدون تصفیہ شرائط مباحثہ کا جاری رکھنا کہاں تک قرین صداقت ہے۔

امرتسری منکر نے اپنے اس بیان میں ترامیش نواب صاحب پر بھی حملہ کیا کیونکہ انہوں نے خبر دیا تھا کہ شرائط کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اگر شرائط

قرآن کریم اور پالٹیکس

لالہ دینا ناتھ سابق ایڈیٹر و مالک اخبار ہندوستان کے نام سے الحکم کے ناظرین ناواقف نہیں۔ کیونکہ انہیں یاد ہے کہ انکی گرفتاری اور قید کے دوران میں ایک سے زیادہ مرتبہ الحکم میں انکے لیئے گورنمنٹ سے رحم کی درخواست کی گئی تھی اب رہا ہونے کے بعد کچھ عرصہ خاموش رہکر انہوں نے لاہور کے آریہ اخبار پرکاش میں مندرجہ بالا عنوان سے ایک سلسلہ مضامین کا شروع کیا ہے میرا خیال تھا کہ لالہ دینا ناتھ صاحب جیسا کہ وہ عموماً ظاہر کیا کرتے تھے اسلام کے ساتھ عداوت نہیں رکھتے یا کم از کم وہ تلخ ترین عداوت نہیں جو آریہ سماج کو اسلام اور مسلمانوں سے ہے مگر میرا خیال غلط نکلا کیونکہ جبکہ ایک شخص باوجودیکہ وہ اسلام سے واقف نہیں اسلام کے خلاف قلم اٹھاتا ہے تو یہ صرف

متعصبانہ طبیعت

ہی سمجھا جائیگا بہتر ہوتا لالہ دینا ناتھ اپنی جولانی طبیعت کیلیئے کوئی اور میدان تلاش کرتے اور اس نازک مضمون پر قلم اٹھانے سے پرہیز کرتے جس میں انہیں ناکام رہنا پڑیگا۔

میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق پر بھروسہ کرکے کوشش کرونگا کہ لالہ دینا ناتھ جی کے ان مضامین کا جواب الحکم میں شائع کروں شاید کوئی سعادتمند اس سے فائدہ اٹھائے۔

اس سلسلہ مضامین کو شروع کرنے میں مجھے افسوس ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ لالہ دینا ناتھ کے خلاف الحکم میں لکھنے کی ضرورت پیش آئی ہے اور اسلام کا ناگوار فرض کو ادا کرنے کے محرک خود لالہ دینا ناتھ جی ہیں وہ مجھے معذور سمجھیں گے ان اگر وہ مجھ معذور سمجھیں ہاں اگر انہوں نے اپنی پوزیشن کا احساس کیکے اس سلسلہ کو بند کر دیا تو الحکم بھی بند کر دیگا۔

میں اسکو پولیٹیکل بے ایمانی سمجھتا ہوں کہ ایک شخص کسی معاملہ سے واقف نہیں اور وہ اس پر رائے زنی کرتا ہے اور یہ بھی دانشمندی اور دیانت سے بعید ہے کہ جس معاملہ پر رائے زنی کیجاوے اسکے متعلق اس شخص کی رائے اور فیصلہ سے فائدہ نہ اٹھایا جاوے جس سے وہ متعلق ہے اسلیئے اسلام کے پولیٹکس پر لکھنے والوں کا سب سے پہلا فرض تو یہ ہونا چاہئیے کہ وہ اسلام سے واقف ہوں) اور دوسرے یہ امر انکے مدنظر ہونا ضروری ہے کہ جن امور کو ایک مخالف پیش کرتا ہے اسکا جو جواب مسلمانوں نے دیا ہوا ہے اس سے پوری واقفیت ہو اور اس کو کسی حال میں بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔

مثلاً اسلام اور پولیٹکس پر لکھنے والوں نے پہلی غلطی مسئلہ جہاد پر کہائی ہے چنانچہ لالہ دینا ناتھ صاحب بھی اس مضمون کو جہاد ہی سے شروع کرتے ہیں مگر انکو اور انکے ہمخیال لوگونکو بخوبی معلوم ہے کہ جہاد کی حقیقت مسلمانوں کی طرف سے کھول کر بیان کیگئی ہے اور وہ ایک ایسی صداقت ہے کہ اسپر اعتراض ناممکن ہے مگر ہمارے یہ آزاد لیس باوجود دعوٰی دیانت و انصاف پھر انہیں بودے اعتراضوں کو لیئے جاتے ہیں جنکے ہزاروں مرتبہ جواب دیئے گئے ہیں

پرکاش صاحب یا خود لالہ دینا ناتھ صاحب بتائیں کہ کیا ست کو گرہن کے لیئے ہمیشہ لیار رہنے والوں کے بھی آثار اور نشان ہوا کرتے ہیں۔ اگر ان دو اصولوں کو لالہ دینا ناتھ صاحب مدنظر رکھ لیتے تو غالباً وہ اس نازک مضمون پر قلم نہ اٹھاتے لیکن اب جبکہ وہ میدان میں نکل آئے ہیں میں ان سے مایوس ہوں کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ انہوں نے اسلام کو سمجھا نہیں کیا اور اسلام اور پولیٹکس کے مضمون پر انہوں نے غور نہیں کیا یہ محض اسلیئے ہے۔ کہ بعض تحریروں میں جو آریہ سماج کو ایک پولیٹکل باڈی قرار دیا گیا تھا۔ اسکے جواب کیلیئے وہ یہ اصل اختیار کریں۔

ناظرین اس امر کو سنکر غالباً حیران ہونگے کہ اسلام کی غرض و غایت قطعاً پولٹیکس نہیں ہے جو لوگ پولٹیکس سے پیار کرتے ہیں اور اسکو انسانی ضروریات یا انسانی زندگی کی منتہائی منزل سمجھتے ہیں وہ اس لحاظ سے شاید اسلام کو ناقص قرار دیں مگر یہ فیصلہ مادہ پرست اور دنیا کے فرزندونکا ہوگا جنہوں نے انسان اور اسکی غایت کو سمجھا ہی نہیں اور جنکی نظریں دنیا سے اوپر اٹھ نہیں سکتیں۔

پولٹیکس کی کچھ ہی تعریف کیجاوے اور اسے کسی رنگ اور صورت میں پیش کیا جاوے وہ خودغرضی سے خالی نہیں۔ پولیٹکس کی انتہائی حد نیشنلیٹی ہے اور اسلام کی غرض ہیومینیٹی پس جو فرق نیشنلٹی اور ہیومینیٹی میں ہے وہی پولٹکس اور اسلام میں ہے ایسی حالت اور صورت میں اسلام اور پولٹیکس کا جو تعلق ہے۔ وہ ظاہر ہے۔

مسلمانوں میں بڑے بڑے جید عالم اور فلاسفر گذرے ہیں۔ انہوں نے مختلف علوم پر ضخیم کتابیں لکھکر سیرکن اور فیصلہ کن بحثیں کی ہیں مگر پولٹیکس پر اسلام میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی اور اگر دو چار ہوں بھی جنکا نام ہم صرف انہی بزرگ کے منہ سے سن سکتے ہیں جنہوں نے لاکھوں روپیہ کے صرف سے بڑے سے بڑا کتب خانہ جمع کیا اور کتابوں کی تلاش اور جمع میں اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ صرف کر دیا ہو وہ بھی سیاست مدنی کے ان اصولوں پر ملیں گی جو میونسپلٹیوں کے قوانین کے متعلق ہیں۔

ایسی حالت اور صورت میں فی الواقع یہ تعجب خیز امر ہے۔ کہ وہ قوم جس نے فلسفہ کے سمندر سے ایسی قیمتی اور نایاب گوہر نکال کر باہر رکھ دیئے جو آجتک اسپر کچھ اضافہ نہیں ہو سکا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

(۱) عوام سے ؎
(۲) خواص سے عہ
(۳) ہندوستان سے باہر سے
(۴) غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسھم

تاریخہائے اشاعت ۷-۱۴-۲۱-۲۸

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹری
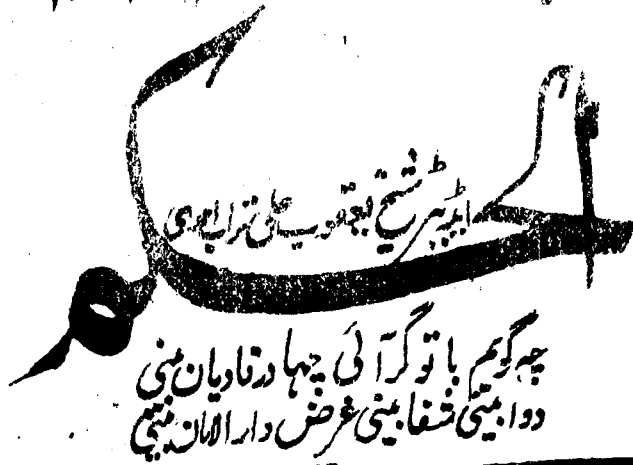
چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

نمبر ۲۵ | قادیان دارالامان ۱۴ر جولائی ۱۹۰۹ء مطابق ۲۵ر جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ ہجری المقدس | جلد ۱۳

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم

تاریخہائے اشاعت ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

میں پیشگی لی جائیگی

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہ سان در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

نمبر ۲۸ — قادیان دار الامان ۷ اگست ۱۹۰۹ عیسوی مطابق ۲۷ رجب ۱۳۲۷ ہجری — جلد ۱۳

خلیفۃ المسیح کیا چاہتے ہیں

مجھے ایک مختصر سی سفر کے لئے آج حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور اجازت کے لینے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور میں آپکے حضور حاضر ہوا۔ مینے اپنی منزل مقصود کی کی جماعت کے لئے کوئی پیغام پوچھا۔ فرمایا میرا پیغام تو ایک ہی ہے۔

خدا سے ڈر اور پھر کچھ کر

فرمایا ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ مینے سنا ہی کہ آپنے کوئی نیا کلمہ بنایا ہے مینے کہا ہاں اُسنے کہا ایسی عجیب بات تو میں سننی چاہتا ہوں مینے اُسکو کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوئی کلمہ ایجاد کیا تھا اُسنے جواب دیا ہاں۔

پھر مینے پوچھا کہ اُسوقت سب سے بڑی بلا کیا تھی اُسپر اُسنے کہا کہ شرک۔ میں نے کہا یہی وجہ تھی کہ آپنے **لا الٰہ الا اللہ** کلمہ تجویز کیا۔ اور دوسری آفت نبوت کی پرستش تھی جیسا کہ حضرت مسیح کو خدا بنایا گیا اسلئے دوسرا جزو **محمد رسول اللہ** تجویز ہوا۔

اس زمانہ میں ایک خطرناک آفت ہے اس آفت کے لئے اسوقت ایک کلمہ کی ضرورت ہے جس سکے حسب حال ہمارے امام نے ایک کلمہ رکھا۔ اُسکو جو تمہارا جی چاہے کہو۔

وہ آفت دنیا کو دین پر مقدم کرنیکی ہے۔ اسلئے حضرت امام نے یہ تجویز کیا کہ وہ اپنی جماعت سے عہد لے کہ "**میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا**" پھر اسی سلسلہ فرمایا کہ مجھے تو عملی **حالت کی** اصلاح کی ضرورت ہے پس یہی پیغام ہے جسکو چاہو دیدو۔

پھر آپنے اور بھی بہت کچھ فرمایا۔ جنہیں توفیق ملنے پر لکھونگا بالآخر آپنے مجھے لکھ کر دیا۔

قوم میں دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالے مطلوب ہیں ۔۱

جنکو دنیا کی پروا بھی نہو جب مقابلہ دین و دنیا کا آکر پڑے ۔۲

باہمت واعظ مطلوب ہیں جو اخلاص و صواب سے وعظ کریں ۔۳

عاقبت اندیش صرف اللہ پر بھروسہ کرنیوالے دعاؤں کے قائل اور علم پر گھمنڈ کرنیوالے علما مطلوب ہیں جنکو فکر لگی ہو کہ کیا جاوے ۔۴

(الانوار احمدیہ مشین پریس میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک پریس کے چھپکر شائع ہوا)

منجن دندان
کھانسی کی گولیاں
سر درد کا علاج

تمام منش ماتر کو ایک سلک میں منسلک کرنا تھا آج ہم جھاڑو کی سینکوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں وہ اسلام جس میں معرفت نامہ اور شانتی کے گیان کی گنگا بہنی چاہیے تھی آج آشانتی کا کیندر (مرکز) بنا ہوا ہے وہ اسلام جس کی باد نسیم نے تمام جہان کے تپتے ہوئے دلوں پر شانت کی برکھا کی تھی آج اس میں باد سموم کے جھونکے چل رہے ہیں کیوں؟ جواب صاف ہے۔ کہ دل ٹھیک نہیں ہمارے بزرگ تو ایسے باہمت تھے کہ جنہوں نے زمانے کا رخ بدل کر دکھلایا آہ ایک وہ تھے جنہیں تصویر بنانا آتی تھی۔ ایک ہم ہیں۔ یا اپنی ہی صورت کو بگاڑ ڈالا۔ دوستو جانتے ہو کہ وہ کونسا منتر تھا جس سے سیدی و مولائی حضرت مسیح موعود نے اس بھارت دیش کو گونجایا۔ وہ کونسا جنتر تھا جس سے امام اعظم نے ہمارے دلوں کو لبھایا وہ کونسا منتر تھا جس سے امام شافعی نے ہدایت کا راہ دکھایا یا وہ کونسا منتر تھا جس سے امام بخاری نے سوتوں کو جگایا۔ آہ ان میں کونسی قوت جاذبہ تھی جسکو دیکھ کر اپنے تو اپنے بلکہ راہ چلتے مسافر بھی "من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری" کا کلمہ پکار اٹھے وہ بے بہا جوہر وہ اولک رتن "سنت نبوی" ہی تھی مگر آجکل ہم "سنت نبوی" چھوڑ کر غلط راہ پر پڑ گئے محمد الدین اور محمد عبد اللہ کو چھوڑ کر جارج اور ٹامسن پر لٹو ہو گئے دال روٹی کو چھوڑ کر پڈنگ اور مٹن چوپ کے شیدائی ہو گئے ہم تنبہ کرتے کہ چھوڑ کر کرکٹ اور ہناؤں کے فدائی ہو گئے مگر سنو اور کانوں کے پردے کھول کر سنو! کہ یہ سادھو کیا کہتا ہے۔ "اللہ اکبر" کے نعرے سے ہی قوم کی روح جاگے گی یاد رکھو (انگریزی) فونوگراف سے کام نہیں چلیگا جب تک ہم زنا فرز ہات کو چھوڑ کر ایک بھائی کی تکلیف کو اپنی تکلیف نہیں سمجھینگے جب تک ہم دوسرے کی درد کو اپنی درد خیال نہیں کرینگے جب تک ہمارے دلوں میں قومی ہمدردی کی گنج پیدا نہیں ہوگی تب (باقی ہے)

فتح نہیں ہوگی۔ میں پھر مکرر بلکہ سہ کرر کہتا ہوں کہ اگر ہم اندھیرے میں سانپ کو رسی سمجھکر پکڑیں گے تو ہماری فتح کبھی نہیں ہوگی اور ہرگز نہیں ہوگی اب میں بہت دفعہ کہ کر کہہ چکا اگر آپ واقعی کر (بہرے) ہو گئے تو پھر میرا کوئی کہنا آپ کے ذمہ نہ رہی۔

نربھے۔ نردیہ۔ نرنکار کا پریم پتر (ایک سادھو)

اوپدیش نمبر ۲

پرکاش کی پرخاش

پرکاش تو پرخاش میں مشہور ہی ہے اسلئے ہمیں اس بات کا چنداں افسوس نہیں "نیش عقرب نہ از پئے کین است مقتضائے طبیعتش اینست"۔ انہوں نے تو اپنے دھرم کی اُنتی (ترقی) کو محض اس بات پر محمول کر رکھا ہے کہ زبان لاابالی کو اس بادرید دہنی بیباکی سفاکی سے لوگوں کو دکھائیں جو اس بیباک کی پرخاش سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اسکے چیلے شاگرد کا منہ دیکھ کر لوگ ہزارہا ..... صلواتیں بھیجتے ہیں اور اسکے ہجا گو جمنا گمو ڈا کی نیبائیں بناتے ہیں مگر ہمیں اس سے بڑھ کر تو افسوس مسٹر دینا ناتھ حافظ آبادی سابق ایڈیٹر ہندوستان پر ہے جب آپ نے پولیٹکس میں منہ کی کھائی ہر دلعزیزی کا نسخہ کارگر نہ ہوا گنگا گئے تو گنگا رام جمنا گئے تو جمنی داس کا منتر نہ چلا جب یا سلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام کی منافقانہ طرز سے انکا اُلو سیدھا نہ ہوا تو آپکو مذہبی دنیا میں وقار حاصل کرنیکی دھن دامنگیر ہوئی "قرآن اور پالیٹکس" کی شرارت سوجھی مگر کیا ہی خوب ہوتا کہ دینا ناتھ اور اسکا ڈھولچی ایڈیٹر پرکاش پہلے اپنے کیمپ کی پالیٹکس کو سلجھاتے خیر مگر ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ پولیٹکس میں تو اس نے منہ کی کھائی تھی مگر اس مذہبی پالیٹکس میں سر کی کھائیگا سادھو کے اس اصول کو ہمیشہ اپنا دستور العمل بناؤ اپنے شیش محل میں بیٹھکر بہت پتھر چلاؤ۔ پتھر تمہارا تو صرف احتمالی طور پر ہی راہگیر کے سر کو ضرر پہنچائیگا مگر راہگیر کا پتھر تمہارے شیش محل کو چکنا چور کر کے ضرور تمہارا سر بھی پھوڑیگا تم راون کی طرح آسمان کی چوٹیاں مت چڑھو کیونکہ کوئی رام پیدا ہو جائیگا جو تمہارے لاؤ لشکر کو بمع تمہارے

لنکا کے بھسم کر ڈالیگا تو کنس کی طرح عیاری مکاری ریا کاری کو اپنا شیوہ مت بناؤ کیونکہ کوئی کرشن پیدا ہو جائیگا جو تمہارے پیٹ کو چاک کر ڈالیگا اور تمہارا تمام مال مطال باہر آ جائیگا میں حضرت سلیمانؑ کی ہمزبان ہو کر کہتا ہوں کہ نیکو کاری اور نیک شعاری ہی انسانی ترقی کا زینہ ہے تم کسیکو دکھ مت دو کیونکہ تم خود بھی دکھ دیئے جاؤگے خیر میں اس جگہ وید کی درافشانی منوجی کی منوہر بانی اسلام کی جاودانی زندگانی کے متعلق عرض کئے دیتا ہوں جس کے کان ہیں وہ سنے جس کی آنکھیں ہیں وہ دیکھے وید کا حکم ہے کہ "مخالفونکو آگ کی طرح بھسم کر ڈالو" یہاں دھکشا آدمی راج پرشوں اور رعایا کو چاہیئے کہ جس پر کار اگنی دیوتا بلا کسی قسم کے توقف کے تمام پدارتھوں کو ایک طرفۃ العین میں تباہ کر دیتی ہے ویسے ہی راجہ نیچ لوگوں کی بیخکنی کرنیکے لیے اس پر کارتن کرے یہ ہے نرم پروشکے نرم نمونے یہ ہے وید کی پالیٹکس آگے اور ملاحظہ فرمایئے جسطرح لوہے کے گھن سے تمام چیزیں ٹکڑے ٹکڑے کیجاتی ہیں اسی طرح راجہ نیچ لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرے دیکھو دیانندی بھاشا صفحہ ۲۴۹۔ مگر کانوں کے پردے کھول کر اور آنکھوں کی عینکیں اتار کر قرآن شریف کے احکام بھی ملاحظہ فرمایئے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ۔ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑیں اور حد سے مت گذرو جو تم پر ظلم کریں تم اسکا "ڈیفنس" کرو کیونکہ تم مظلوم ہو۔

دوستو! ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اسلام کہیں پیشقدمی کا حکم نہیں دیتا اسلام کے جنگ محض دفاعی اور خود حفاظتی کے لیے ہیں بحالیکہ دشمن کالے سانپ اور جانی دشمن ہیں مگر اس پر بھی اسلام لا تعتدوا یعنی ڈیفنس میں زیادتی نہ کرنی قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت نہیں جس میں پیشقدمی پائی جائے دوستو! وید کے منتر اور قرآن شریف کی آیت آپکے سامنے دھر دی ہے۔ کیا کوئی سعید روح ہے جو اس سے متمتع ہو کیا کوئی حق و حکمت کا ابتلائی ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے

نربھے نروید نرنکار کا پریم پتر (دہی سادھو)

چ ..... جو پاپیوں کا بیڑا غرق کر دیگا تم ہرکش کیطرح خدا

اگرچہ میری رائے تو یہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ جو لوگ دلچسپی نہیں لیتے اور اپنی رائے کی پرستش چاہتے ہیں قومی معاملات میں دخیل ہونیکے مستحق نہیں مگر میں ان لوگوں کی دانشمندی کی تعریف کرتا ہوں جنہوں نے ابتک انہیں نہیں نکالا ۔ اس سے کم از کم اس معاملہ میں انکی نیک نیتی کا پتہ لگتا ہے ۔

اگر وہ لوگ خود ہی قابض اور متصرف رہنا چاہتے تو وہ کیوں انکو نکال نہ دیتے ۔ کیونکہ جس حال میں وہ لوگ ممبر ہیں انکو کسی اجلاس میں آنے سے تو روکا نہیں جا سکتا ؟ اور وہ حالات سے بھی واقف ہو سکتے ہیں جو شخص بدنیت ہو وہ تو چاہتا ہے کہ ایسے لوگوں کو جو اسکے خلاف ہیں اپنے حالات اور کاموں سے واقفیت ہی نہونے دے لیکن اگر وہ انکو واقفیت ۔ اطلاع اور دخل کا موقعہ دیتا ہے تو اس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ اسکی نیت **نیک** ہے ۔

علاوہ بریں اب تو مرزا حیرت صاحب صرف اسی بات پر شور مچا رہے ہیں کہ ان کے چند دوستوں کی رائے کی مخالفت ہوئی پھر اگر انہیں نکال دیا جاتا تو وہ شاید آسمان سر پر اٹھا لیتے کہ دیکھو ان لوگوں نے اتنے بڑے قابل آدمیوں کو باہر نکال دیا ۔

اُس وقت پبلک کو اکسانے اور برانگیختہ کرنے کے لیے مرزا صاحب کو شاید اچھا موقعہ مل جاتا اور وہ شاید یہی چاہتے ہوں چاہیے تو یہ تھا کہ وہ پرنس ثریا جاہ بہادر اور ان کے رفقا کو توجہ دلاتے کہ وہ کیوں اجلاسوں میں شامل نہیں ہوتے اور کیوں انہوں نے ایسی کمزوری ظاہر کی کہ ذرا سی اختلاف رائے سے گھر بیٹھ رہے ۔ کیا مرزا حیرت یہ چاہتے ہیں کہ اس **تثلیث مقدس** کی ہی بات مانی جاوے ؟ اور کل سفید و سیاہ کا مالک ان کو بنا دیا جاوے ؟ وہ یقیناً ایسا نہیں سمجھتے ہوں گے یا کم از کم انہیں نہیں سمجھنا چاہیے پھر قومی خدمت سے فروگذاشت تو ان لوگوں سے ہوئی ہے نہ کام کرنے والوں سے ۔

یہ ہے مرزا حیرت کی اس **دلیل** کی حقیقت جو ان کے مضمون کا کل سرو پا ہے میں آئندہ انشاء اللہ بالتفصیل دہلی کے ان معاملات پر لکھونگا ۔ اور دہلی کی پبلک کو جو ان معاملات میں گمراہ کرنے کی کوشش کیجاتی ہے اور باہر کے مسلمانوں کو جو مغالطہ میں ڈالا جاتا ہے اس سے بچانے کی سعی کرونگا ۔ **وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم** ۔

اگرچہ الحکم ایک مذہبی پرچہ ہے مگر موضوع **اسلام اور مسلمان** ہے اسکے جس پہلو اور حیثیت سے وہ اسلام کی خدمت کی ضرورت سمجھتا ہے اسے اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا ۔

اسی بنا پر دہلی کے معاملات میں ایسے دخل دینے کی ضرورت ہے کیوں کہ اگر اس موقع پر دلی کے مسلمانوں کو آگاہ اور خبردار نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ انہیں نقصان پہنچے ۔

اسلئے جب تک ضرورت ہو گی اس پر متعدد مضامین شائع کئے جائینگے انشاء العزیز ۔

اور اس خیال سے کہ دہلی میں ان کی عام اشاعت ہو یہ مضامین بطریق ضمیمہ الحکم شائع ہونگے ۔

تقاضا یاد دہان

زر تقاضا صاف کریں ۔

ایک سادھو کا اوپدیش

یہہ سچ ہے کہ مین کسی اخبار کا ایڈیٹر نہین جو اپنی مضمون نویسی سے زمین و آسمان کے قلابے ملا کر ناظرین کو خوش کرون مین کسی اخبار کا نامہ نگار بھی نہین جو اپنی میٹھی اور سریلی آواز سے آپکے دل لبھاؤں اوہ ! مین بی ۔ اے اور ایم ۔ اے بھی نہین جو اپنی علمیت اور فضیلت سے شاہراہ کامیابی کا گر تبلاؤں ۔ مین مولوی بھی نہین جو اپنے گیان سے ناظرین کے ہردونکو معرفت نامہ سے سرشار کرون مین ایک بھکاری رنگا رنگ ہون بے درہون بے زر ہون ۔ بے پر ہوں ہاں اس مین کوئی کلام نہیں کہ میرا ہردہ قومی درد سے مجروح ہے مین قوم کا فدائی ہون ۔ مین حق کا شیدائی ہون یہ شعر میرا اٹو ہے ۔ ؎

ہمدردون کے قبر ایسی جگہ ہو دوستو !
ٹھوکرین تربت پہ مارے بچہ بچہ قوم کا

اوہ ہمین بجائے خوشی کے رونا آتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ وہ قومین جن کی مذہب کی بنیادین نقش بر آب ہین وہ اس طرح فنا فی القوم ہوئے ہوئے ہین کہ انکا تن من دھن قوم کے لیے ارپن ہے نیچ سے نیچ ذاتوں کو قعر ذلت سے اٹھا کر تہذیب کی چوٹی پر پہنچا دیا مگر اسطرف دیکھئے اغیار تو اغیار ہم بارہ کے دیکھ بھی نہیں سکتے ہم ایرشا (حسد) اور دویت سے قوم کے ہونہار نور تنوں کو جو بانی کی جگہ خون ۔ ۔ ۔ سینچ کر قوم کی جڑ کو پتال تک پہنچا رہے ہین ہم انہیں مٹی مین پھینک رہے ہین ہائے ہم مین وحدت نہین اجتماع نہیں اخوت نہیں اتفاق نہین ہائے ہم باوجود ایک ہی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ گویا ہو کر ہم باوجود ایک خدا کے پرستار ہو کر پھر ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی ڈفلی بجا رہا ہے آہ ! وہ اسلام جس نے

یا نہیں اور کبھی کسی قسم کی بد دیانتی کے جرم میں وہ ماخوذ تو نہیں ہوا اور اسکے ذاتی وجاہت اور مالی حالت ایسی ہے یا نہیں جو اس پر اعتبار کیا جا سکے کہ وہ خود تو اپنی ضرورتوں میں خرچ نہیں کر لیگا اور پھر گورنمنٹ کے تمامی احکام اس پر وثوق اور اعتماد کئے گئے ہیں یا نہیں ؟ اور بالآخر یہ کہ خود مسلمان بھی ان پر بھروسہ کرتے ہیں۔ دیکھنے کے قابل تو یہ امور ہیں افسوس کہ مرزا حیرت صاحب ان کا ذکر بھی نہیں کرتے اور رونا یہ رو رہے ہیں کہ وہ مختلف اوقاف کے ممبر ہیں۔ کیا مرزا حیرت صاحب یہ چاہتے ہیں کہ دہلی کے اوقاف کی آمدنی بھی ان کے سپرد کیجائے تاکہ وہ اسلامیہ پبلشنگ کمپنی کے حصوں کی خرید میں لگا دیں۔ میں انکی ساری تحریروں کا یہ نتیجہ نکال سکا ہوں۔ کہ ان کو حاذق الملک خان بہادر محمد حسن خان صاحب۔ نواب فیض احمد خان صاحب۔ مولوی سید احمد صاحب امام جامع مسجد۔ اور مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی کے ساتھ خاص طور پر کد ہے اسکی وجہ مجھے قادیان بیٹھے ہوئے آسانی کے ساتھ معلوم نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو وجہ مولوی عبدالاحد صاحب سے رنجش کی مرزا حیرت نے مجھے زبانی بتائی ہے وہ آئندہ میں اس سلسلہ مضامین میں ظاہر کروں گا اور اپنی تنقید بھی درج کرونگا اور اس ضمن میں وہ مکالمہ بھی درج کرونگا جو میرا مرزا حیرت صاحب سے دہلی کے معاملات کے متعلق ہوا۔ بہرحال پانچ بزرگ ہیں جنکے خلاف مختلف پیرایوں میں مضحکہ خیز مضامین لکھے جاتے ہیں میں نے بہت کوشش کی کہ ان مضامین میں کوئی کام کی بات نکلے مگر افسوس ہے کہ میرا فکر قاصر رہا۔

یہ سچ ہے کہ یہ بزرگ دہلی کے اوقاف کے ممبر ہیں۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے اور [illegible] بہت سے لوگ ان اوقاف کے ممبر ہیں مگر دلچسپی نہیں لیتے اور یہ دلچسپی سے ایک کام کرتے ہیں۔ انکا اتنا ہی قصور ہے دوسرے ممبروں کے متعلق مرزا حیرت صاحب خود لکھتے ہیں کہ وہ جو غیر بد نصیب ممبر بننے کے بعد ان کے جلسوں میں شریک ہوتا ہے اور اس کی ہر رائے کو شکست ملتی ہے تو پھر وہ شرمندہ ہوکے جلسوں میں آنا چھوڑ دیتا ہے مثال کے طور پر ہم خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب شہزادہ مرزا ثریا جاہ بہادر ڈپٹی عبدالحمید خان صاحب کو پیش کرتے ہیں جنہوں نے سالہا سال سے اس جماعت کے مقابلہ میں فتحپوری کے جلسوں میں شریک ہونا بند کر دیا ہے "۔

یہ اقتباس جو میں نے ۲۴ رجون کے کرزن گزٹ سے لیا ہے **دہلی کی حالت زار** پر روشنی ڈالتا ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ مرزا حیرت صاحب کے طفیل عام مسلمان پبلک کو وہ دہلی کی ہو یا باہر کی یہ رائے قائم کرنے میں برسر حق سمجھنا چاہئے کہ دراصل ان تنازعوں کی وجہ ان ممبروں کی عدم شمولیت ہی ہو۔

میں سر دست باور کرنے کے لئے طیار نہیں مگر اس اقتباس سے بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ ان بڑے لوگوں کی کوئی رائے یا تجویز دوسرے ممبروں کے مقابل چل نہیں سکی اور وہ شرمندہ ہوکر اب سالہا سال سے جلسوں میں تو جاتے نہیں اس لئے یہ کارروائی شروع ہوگئی کہ باقیوں کو بدنام کیا جاوے۔ اس معاملہ میں ان بزرگوں کی پوزیشن بہت نازک ہے اور **شہزادہ صاحب** خان بہادر محمد اکرام اللہ خان صاحب اور ڈپٹی عبدالحامد خان صاحب کو اپنی پوزیشن عام طور پر اس معاملہ میں بھی صاف کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مرزا حیرت صاحب کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایک قسم کا رنج ہے اور کیا عجب اس رنج کے اظہار کا یہ طریق اختیار کیا گیا۔ یہ معاملہ تو بزرگان موصوف کی ذات سے وابستہ ہے وہ خود اسکو صاف کرینگے لیکن جن لوگوں کا یہ حال ہو کہ وہ اپنی رائے کی ایسی اہمیت سمجھیں کہ کسی حال میں اس کا خلاف ہی نہ ہو اور اگر خلاف ہو تو قومی کاموں میں حصہ لینا چھوڑ دیں کیا ضرورت ہے کہ وہ قومی کام ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دیئے جاویں ؟ مرزا حیرت یا ان کے رفیق سوچ کر جواب دیں۔ اگر محض اخلاص اور للہیت سے کام کیا جاتا ہے تو ایک رائے نہیں ہزار رائے کی بھی مخالفت ہو ہم کو اپنے کام سے الگ نہیں ہونا چاہئے۔ ان بزرگوں کا فرض تھا کہ وہ بدستور اس کام میں حصہ لیتے اور اپنی مفید رائوں کے پیش کرنے میں تساہل نہ کرتے اور اس بات کی پرواہ نہ کرتے کہ کوئی انہیں مانتا ہے یا نہیں ؟ نہ ماننے والے اگر محض ضد یا کسی ذاتی غرض سے انہیں رد کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے وبال کے نیچے تھے لیکن اگر انہوں نے خدا ہی کے لئے انہیں رد کیا تھا تو وہ بھی بری الذمہ تھے۔ **اخلاص** سے کام کرنے والے کے لئے تو یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ اسے کوئی مانتا بھی ہے یا نہیں ؟

کیا مرزا حیرت صاحب ایسے لوگوں کے ہاتھ میں **اوقاف** کو دینا چاہتے ہیں جن کو اپنی رائے کے ماننے پر اتنا اصرار ہو کہ اگر نہ مانی جاوے تو وہ اجلاس میں آنا چھوڑ دیں دنیا میں کوئی دانشمند آدمی تسلیم نہیں کر سکتا کہ اپنی رائے کی ذرا بھی مخالفت نہ سننے والے بھی کوئی قومی کام کر سکتے ہیں ؟ میں نہیں یقین کرتا کہ مندرجہ بالا بزرگوں کی یہ حالت ہو لیکن اگر یہ سچ ہے تو نہایت قابل افسوس ہے اور وہ پرنس ثریا جاہ صاحب نہیں کوئی ہوں قومی درد اپنے پہلو میں نہیں رکھتے۔

اسکے ساتھ ہی مرزا حیرت صاحب کو یہ ناگوار معلوم ہوا ہے کہ کیوں ان لوگوں کو الگ نہیں کیا جاتا ؟

ضمیمہ الحکم

(نمبر اول)

گفتن نتوانیم و نہفتن نتوانیم

یوں تو ہر جگہ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر اور پراگندہ ہے اور انمیں باہم حسد و بغض اس درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ **قومی** کام سخت خراب ہو رہے ہیں مگر **دہلی** میں یہ بلا آج کل خطرناک طور پر پھیل رہی ہے دنیا میں کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے دل میں اپنی قوم کے لئے درد اور سر میں فکر ہوتا ہے - اور ایک وہ ہیں کہ خود تو کچھ کر نہیں سکتے مگر کرنیوالوں پر ہمیشہ نکتہ چینی کرنا اور انہیں بدنام کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں نکتہ چینی کرنا آسان اور کام کرنا بہت مشکل ہوتا ہے - جو لوگ نکتہ چینی کرتے ہیں (اگرچہ یہ کلیہ قاعدہ نہیں) **مگر علی العموم** انکی نکتہ چینی حسد یا ذاتی اغراض پر مبنی ہوتی ہے - اسلئے وہ ایسے حیلے تلاش کرتے رہتے ہیں جس سے انکو بدنام کیا جاوے اور جب اُسکی تحقیقات کیجاوے تو اُسکی تہ میں ایسے امور نکلتے ہیں جو نہایت شرمناک اور قابل نفرین ہوتے ہیں - کام کرنیوالے آدم زاد ہوتے ہیں اُنسے غلطیوں کا ہونا ممکن ہے مگر اس سے ہر وقت یہ نتیجہ نکال لینا کہ وہ بدنیتی سے ایسا کرتے ہیں بڑی بیہودگی ہے -

کسی لمبی تمہید میں نہ جاکر میں **دہلی** کی موجودہ حالت زار پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں -

دہلی میں **مرزا حیرت** صاحب ایک بزرگ ہیں جنکی قلم اور زبان سے ہندوستان میں بھر کا کوئی لیڈر یا ریفارمر اور کوئی بڑا آدمی نہیں بچا - وہ اپنی وکالت اور اخبار کی رونق اسی میں پاتے رہے کہ کسی نہ کسی گروہ کی مخالفت کرتے رہیں -

اُنہوں نے چھاپہ خانہ کی ایک کمپنی بنائی ہے جسکے خطرناک مقدمات آج کل عدالت میں دائر ہیں جن میں سے بعض میں مرزا حیرت **فرد قرارداد جرم** لگ چکا ہے باوجود ان باتوں کے **مرزا حیرت** کے اخبار کا بہت بڑا جزو **دہلی** کے مسلمانوں بدنام کرنے اور بہتان باندھنے میں ضائع کیا جاتا ہے - میں جانتا ہوں کہ میری اس تحریر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ گالیاں میرے حصہ میں بھی آجائینگی - مگر میں اس امر کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اسلئے کہ گالیاں یا کوئی امر **مجھے حق** کہنے سے کبھی نہیں روک سکتا مرزا حیرت نے ترجمۃ القرآن کے وقت جب ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے جھگڑا لگا رکھا تھا اسوقت الحکم نے اپنی بےلاگ رائے دیتے ہوئے ڈپٹی صاحب کی کچھ پرواہ نہیں کی - انجمن حمایت اسلام لاہور اور اسکے مخالفین کے جھگڑے کے وقت باوجودیکہ ان میں بڑے بڑے آدمی تھے الحکم اپنی سچی رائے ظاہر کرنے سے نہیں رکا - انجمن مجاہدین لاہور کے متعلق منشار العلما کی غلطی کے اظہار میں اس نے پرواہ نہیں کی - اور ایسا ہی اب بھی وہ نہ **مرزا حیرت** کی مخالفانہ تحریروں کا لحاظ کریگا - اور نہ اس پارٹی کی بےجا جنبہ داری کریگا جسکے خلاف مرزا صاحب لکھ رہے ہیں - وہ اپنے فہم اور فراست علم اور واقفیت کی بنا پر نیک نیتی سے ایک رائے دیگا جس میں وہ **مسلمانان دہلی** کو گمراہ ہونے سے بچانے کی کوشش کرنی چاہتا ہے

دہلی کے ساتھ جو ہمارا تعلق ہے وہ اتنا ہی ہے کہ اس شہر سے سب سے پہلے ہمارے سید و مولا و آقا امام ہمام اور رہبر **کفر** کا فتوی دیا گیا اسوقت نہ مرزا حیرت اور نہ ان لوگوں کو جو **دہلی** کا جسم ہیں غرض کسی کو بھی یہ ہرگز خیال نہ آیا کہ ایک مسلمان کو کافر بنانے میں جلدی نہ کرو باوجود اس کے ہمیں **دہلی** سے محبت ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ دہلی تو ایک طرف کسی جگہ کے مسلمانوں کی حالت بھی بگڑے اور انمیں تفرقہ پیدا ہو -

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کاخر کنند دعویٔ حب پیمبرم

مسلمانان دہلی جس حالت میں ہیں اور جیسا کہ سنت اللہ ہے بعض نفوس وہاں ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کی دنیوی حالت کی اصلاح اور گورنمنٹ کے ساتھ انکے تعلقات وفادارانہ استحکام میں لگے رہتے ہیں اور ۱۸۵۷ء کے غدر کے اور اسکے بعد کے حالات دہلی جیسے شہر میں اسی ضرورت کو اہم بتاتے ہیں کہ بجائے اسکے کہ ایسے لوگوں کے خدمات کی قدر کیجائے اور مسلمانوں میں احسان شناسی کا شیوہ پیدا کیا جائے کوشش یہ جاری ہے کہ انکو بدنام کیا جائے -

میں نے کرزن گزٹ کے وہ تمام مضامین پڑھے ہیں جو رؤساء دہلی کے خلاف لکھے گئے ہیں اور ان میں ایک ہی بات کو بات کو بار بار دُہرایا جاتا ہے کہ انہوں نے شہر دہلی کے اوقاف پر قبضہ رکھا ہے اور اس جماعت کا ایک ممبر آٹھ آٹھ دس دس اوقاف کا ممبر ہے -

سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ جو کیا جاتا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اعتراض کیا حقیقت رکھتا ہے - آنریبل خان بہادر محمد شفیع صاحب کے جدید اعزاز کی مبارکباد دیتے ہوئے معزز ہمعصر زمیندار نے ان کے عہدے اور کام بتائے تھے اور وہ ایک درجن کے قریب تھے - اب ایک شخص اگر مستعدی سے کام کرتا ہے اور اسکے قومی امور میں دلچسپی اور مذاق ثابت ہوتا ہے یا کچھ اور - یہ امر ایسے معاملات میں غور طلب نہیں ہوتا کہ ایک شخص دس یا بارہ اوقاف کا ممبر ہے بلکہ قابل غور یہ امر ہے کہ آیا وہ شخص اپنی دیانتداری اور نیک نیتی کے لئے مشہور ہے

سے تسلیم نہ کرلو - اسلیئے اگراس آیت کے
حکم کے بموجب محمدؐ رسول اللہ کے نائب مسیح
موعودؑ کے جانشین کو احکام الٰہی کی بجاآوری
کا ذریعہ سمجھکر اپنا حاکم بنالیویں اور اپنے
سارے تنازعات اور خصومتوں میں اسکے
فیصلہ کو خوشی سے مان لیویں تو ہمارے
دین اور دنیا کی بہتری ہو سکتی ہے -

سو اے احمدی جماعت! اے
آخرین منہم کے گروہ جبکہ تمنے خدا کے مسیح
سے یہ عہد کر لیا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم
کرینگے تو تم کیوں اپنے سارے معاملات
اور تنازعات کو اپنے موجودہ خلیفہ
کے روبرو پیش نہیں کرتے - اور خدا و
رسول کے حکم برخلاف دنیاوی عدالتوں
میں ذلیل ہوتے ہو -

ہمارے ملک کے بہی خواہ تو اس امر
کے در پے ہیں کہ ہمارے تنازعات پنچایتوں
کے ذریعہ فیصل ہوا کریں - چنانچہ گورنمنٹ
کے حضور اسکا مشورہ درپیش ہے اور تم
کیوں اپنا فیصلہ اپنے مذہبی پیشوا سے
نہیں کراتے -

یہ خوب یاد رہے کہ کہ ہمارے
سلسلہ میں جب تک ہمارا دینی حاکم
موجود رہیگا اور ہم اُسکی حکومت دین
کے سچے دل سے اطاعت اور فرماں برداری
کرتے رہینگے ہم کبھی گمراہ نہیں ہونگے اور
نہ ہمکو کوئی دنیاوی مشکلات (مقدمات وغیرہ)
درپیش آئینگے اور اسلام ایسے ہی ترقی
کرتا رہیگا - جیسا کہ خلفاء راشدین کے
وقت کی تھی - کیونکہ انسان کے لئے ایسی
حکومت سے آزادی ہی ایسی بلا ہے جو
اسکو قعر ضلالت میں پھینک دیتی ہے اور

اس آزادی ہی کے باعث اسکی بہیمیت
اسکی گردن پر سوار ہوجاتی ہے اور شیطان
کے پھندے میں پھنس جاتا ہے -

اسیواسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے
جو شخص میری ہدایت پر عمل کریگا وہ
گمراہ اور شقی نہوگا - اور اس ہدایت پر
عمل کرنے کیلئے قرآن شریف کا کاغذ اور
حروف کچھ کام نہیں دے سکتے اور ان کاغذات
کی موجودگی ہی میں مسلمان شتر بے مہار
ہوکر وادی ضلالت میں بھٹکتے پھرے -

مگر جب خدا تعالیٰ نے اپنے مستمرہ
قاعدہ کے بموجب ہم میں سے ایک شخص
(مرزا صاحب) کی قابلیت دیکھکر ہمپر خلیفہ
مقرر فرمایا تو دیکھ لیں اسلام کا کیسا
نورانی چہرہ چمکنے لگا - اسیطرح اگر ہم
ہمیشہ اس الٰہی قانون کی پابندی کرتے
رہینگے تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے -

کیونکہ ہمپر ایک ایسا حاکم نگران رہیگا
جو ہمارے ہر ایک فعل اور عمل کی درستی
کرتا رہیگا اور ہماری روحانی ترقی
کے وسائل پیدا کرتا رہیگا -

اگر ہم اس حکومت آزاد ہوگئے تو
ہم پھر اُسی گڑھے میں گرینگے جہاں سے
ہمکو حضرت مسیح موعود صلوات اللہ علیہ
وسلامہ نے نکالا ہے -

غلام احمد از کاٹھ گڈھ
ضلع ہوشیار پور

جہانتک مجکو احمدی جماعت کے جلسوں
میں شامل ہونیکا فخر حاصل ہوا ہے
یا بذریعہ اخبارات اُن جلسوں کی تحریری
کارروائی کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے
تو یہی ثابت ہوا ہے کہ فلاں صاحب نے
توحید پر ایسا وعظ کیا اور فلاں حضرت نے
صداقت اسلام پر ایسا پر اثر لیکچر دیا -
وغیرہ وغیرہ - اگر یہ جلسے اسی غرض
کے لئے منعقد ہوتے ہیں تو یہ مطلب تو
عمدہ طرح سے حاصل ہو رہا ہے -

مگر موجودہ زمانہ کے دیگر جلسوں
اور مجلسوں کو جب دیکھا جاتا ہے
تو اُنمیں یہ کارروائی ہوتی ہے کہ اُس
مجلس کی مشترکہ اغراض کی کسی عملی تکمیل
کے لئے تجویزیں پیش ہوتی ہیں اور اُنمیں
سے ایک تجویز کو پیش کرکے رائے زنی
ہوتی ہے اور آخیر پر وہ تجویز کثرت
رائے سے پاس ہوتی ہے اور اسکی عملی
کارروائی کے لئے کوشش ہوتی ہے -

ہمارے امام و مقتدا کی بعثت
کی اصلی غرض صرف قرآنی احکام کی
تعمیل تھی یا اسلام کے دشمنوں سے اُسکی
حفاظت سو اپنے یہ دونوں کام اپنی زندگی
میں پورے کرکے دکھا دئے - اور وعظین
بھی زیادہ پر اثر اسی شخص کی تھیں جو
قرآنی احکام کا عملی نمونہ تھا - یا اُنکے دوسرے
نمبر پر ہمارا نور دین ہے اور محمود ہے -

میری اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ ہمارے
دیگر واعظوں کے وعظ میں اثر نہیں ہے
یہ بھی پر اثر ہیں مگر ہمکو اپنے امام کی اُسی پہلی
غرض کی تکمیل میں جد و جہد ضروری ہے کیونکہ
ہماری جماعت میں ابھی بہت سی کمزوریاں
اور فروگذاشتیں باقی ہیں جو سراسر حکم قرآنی
کے خلاف ہیں اور اُنکے دور کرنے کیلئے یہ بھی

دنیا کو دکھلا دیا کہ دنیاوی حکومت اسطرح ہونی چاہئیے۔ اور روحانی مدارج یوں حاصل ہوتے ہیں۔

چنانچہ خلافت راشدہ کا نمونہ اسکا عملی گواہ موجود ہے۔ موجود زمانہ کے عقلاء اور فلاسفروں نے دنیاوی انتظام سلطنتوں کے متعلق اکثر امور میں زمنن کی تقلید کی ہے۔ گو وہ اسکو تسلیم نکریں۔ آنحضرت کے خلفانے روحانی اور جسمانی ترقی کا راز عملاً کھول کر دکھلا دیا۔

اسوقت کی ظاہری سلطنتوں کے احکامی امور جمہوری سلطنت۔ مجلس تقرری کا تقرر۔ اور محکوم قوموں آزادی۔ رعایا کی حفاظت۔ اور عمارت بند و بست۔ صرف انہیں کی پیروی کا نتیجہ اگر کوئی متعصب مخالف اس امر سے انکار کرے تو ہمکو چھٹی صدی عیسوی سے پہلے کی کوئی قواعد انتظام سلطنت دکھلائے۔ پھر ہم مانیں گے کہ یہ فلاسفروں کا عقلی چراغ ہے۔

اب میں اس مضمون میں لفظ خلافت کی تحقیق کرتا ہوں۔ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ اور قدرت کا اس حکم انی جاعل فی الارض خلیفہ سے یہی منشاء تھا کہ بنی آدم میں اسکی روحانی ترقی اور درستی اخلاق وحسن معاشرت کے احکام اپنا ایسا جانشین مقرر کرے جو اسکی منشاء کے مطابق بنی نوع انسان کی اصلاح کرتا رہے چنانچہ وقتاً فوقتاً اسکے خلفاء آتے رہے اور نشاۃ انسانی کو الہام الٰہی کے بموجب ہدایت اور تبلیغ کرتے رہے گو بہت سے خلفا کو اپنے مقاصد میں کم کامیابی ہوئی۔ مگر یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور اُن خلفا کی نافرمانی کے باعث بہت سی قومیں خدا کے عتاب اور عذاب میں بھی آتی رہی ہیں آخر زمانہ میں جو خلیفہ مقرر ہوا اسنے تمام جنس انسانی کو قولاً اور فعلاً قدرت کی منشاء سے آگاہ کر دیا۔ خلیفہ ہونے کا استحقاق اسی شخص کو ہے جو روحانی قابلیت رکھتا ہو۔ اسلام کا تنزل اسی وقت سے شروع ہے جب سے تقرر خلیفہ کا قاعدہ اسلام سے موقوف ہو گیا۔

جب تک خلافت کا قاعدہ اسلام میں جاری رہا اس مذہب نے معاش ومعاد میں کیسی ترقی کی۔ مگر جب یزید جیسے ناخلف لوگوں نے الٰہی نیابت کو موقوف کر کے شخصی سلطنت طریقہ جاری کر لیا اسیوقت سے اسلام میں ضعف آنا شروع ہو گیا۔ اور اس درجہ تک ضعیف ہو گیا کہ صرف اسلام نام باقی رہگیا اور اسلام موجودہ زمانہ کے کفار قوموں کے رنگ میں رنگے گئے اور اسلام کے محافظ مولوی صاحبان جو اپنے لئے حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سند پیش کرتے ہیں۔ نادان دوست ثابت ہوئے اسلئے خداوند تعالےٰ نے اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون۔ یا وعدۂ استخلاف عین اسکے بانی کی پیشگوئی کے مطابق اس دجالی زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی کو خلیفہ مقرر فرمایا اور شرف مالا مال بخشا۔ اور حضرت ممدوح نے بموجب حکم قرآنی مسلمانوں کی ایک جماعت قائم کر کے اسلام کی اصلی صورت پیش کر دی اور دشمنان اسلام کو دلائل اور براہین کے حربہ سے شکست فاش دیکر اسلام کی حفاظت کا پورا سامان کر دیا اور مفوضہ خدمت ادا کر کے اپنے مولا سے جا ملے۔

اب یہاں یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ خلافت کے لئے کسی دنیاوی حکومت کی بھی ضرورت ہے؟ جہانتک اس سوال پر غور کیا جائے اسکا یہی جواب ہو سکتا ہے کہ اگر اب بھی ہم خدا کے فرستادہ مسیح موعود کے جانشین کی روحانی حکومت کو تسلیم کریں اور آئندہ ہمیشہ کے لئے یہی سلسلہ جاری رہے اور وہ ہم میں الٰہی قانون کے مطابق حکم کرتا رہے تو ہمکو دنیاوی حکومت کی ضرورت ہی نہیں۔ ہماری موجودہ دنیاوی حکومت ہماری جان و مال کی حفاظت اور ہماری مذہبی آزادی کی ذمہ وار ہے اور نہایت منصفانہ طور سے ہم پر حکومت کر رہی ہے۔

اور اسکی اطاعت بھی ہمارا فرض ہے مگر ہمکو چاہئیے کہ اپنے ساری معاملات اور تنازعات میں قرآن اور محمد رسول اللہ کی حکومت کو اپنے اُوپر بموجب وعدہ وقت بیعت (کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرینگے) بکلی وارد کر لیں اور ہمارا خلیفہ ہمکو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ماتحت رکھے۔

پھر دیکھ لیں کہ اسلام کیسے ترقی کرتا ہے ہمکو خدا تعالیٰ ارشاد فرمایا۔ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ مسلمانوں دیکھا تمہارا خدا تمکو کیا حکم دیتا ہے۔ تم تو ایمان والے ہی نہیں ہو سکتے جب تک تم محمد رسول اللہ صلعم کی حکومت (جنکا حکم دینے والا تمہارا خلیفہ ہے) کو بخوشی دلی خوشی

سالانہ رپورٹ کا انحصار بھی تو مالی سال ہی پر ہوتا ہے جبکہ سال ستمبر میں ختم ہو جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ رپورٹ بھی ستمبر ہی تک کی ہو اور میری سمجھ میں ہو گا بھی ایسا ہی اسلیئے اکتوبر کا مہینہ میں بطور سالانہ رپورٹ کے شائع ہو جایا کرے۔

اور بجٹ کے ساتھ صرف مختصر اشارات کافی سمجھے جایا کریں جس سے اس کام کے مفید یا غیر مفید یا ضروری اور یا شد ضروری کے نتائج قوم اخذ کر سکے

غرض بجٹ پر پورا غور ہونا چاہیئے۔ اور اسکے متعلق احمدی انجمنوں کو کامل فکر کے بعد رائے دینی چاہیئے۔

اور معقول عرصہ پیشتر یہ بجٹ احمدی انجمنوں کے پاس بھیجنے کی کوشش کیجاتی رہے

خلافت

علے خداوند تعالی نے انسان کو دو قوتوں۔ ملکیت۔ بہیمیت۔ کا مجموعہ بنایا ہے۔ بہیمیت ایسی قوت ہے جسکے بے موقعہ استعمال سے بہت سی فساد اور خونریزیوں کا اندیشہ ہے۔ اسیواسطے فرشتوں نے خدا کے اس ارادہ پر کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ عرض کیا تھا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء مگر اس انتظام کے متعلق اسکے پیدا کرنیوالے کو بخوبی علم تھا اسلیئے ارشاد فرمایا۔ انی اعلم ما لا تعلمون اور ملکی قوت کو غالب کرنے اور بہیمی طاقت کے مناسب استعمال کے لیئے یہ انتظام فرمایا کہ بنی آدم میں سلسلہ خلافت (نبوت) قائم کرکے ارشاد فرمایا اما یاتینکم منی ہدیً فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولاہم یحزنون۔

بنی آدم کو ان دونوں قوتوں کے علاوہ ایک اور جوہر لطیف عقل عطا فرمایا اور اسی جوہر کے باعث انسان الٰہی احکام کے تعمیل کا مکلف کیا گیا۔

مگر عقل کی مثال آنکھ کی ہے کہ آنکھ میں قوت بصارت تو موجود ہے مگر بلا امداد دوسری روشنی کے مثلاً آفتاب کی روشنی یا چراغ و مشعل کے کچھ دیکھ نہیں سکتی۔

ایسا ہی عقل بھی بدیہات اور محسوسات کو بلا امداد و تجربہ کے جانچ نہیں سکتی۔ اور اشیاء غیر محسوس اور غیر مرئی۔ جیسا کہ خدا کے ذات اور صفات کا علم یا روح کی کیفیت یا آئندہ آنے والے عالم کی واقفیت یا خدا کی رضامندی اور نارضامندی کی سمجھ عقل بلا اعانت کسی دوسرے معاون کے معلوم نہیں کر سکتی اور اسکا وہ معاون الہام الٰہی ہے۔ اسلیئے قوت بہیمیہ کے قابو رکھنے اور ملکی قوت اور روحانی ملکہ کی ترقی کے لیئے الہام الٰہی کا ہونا ضروری تھا اور اسکے اظہار اور صدور کا ذریعہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو خدا کی طرف سے خاص فطرت پاکر پیدا ہوتے ہیں اسواسطے خاص خاص بندوں کو مخصوص فرما کر حکم دیا کہ تمہارے پاس تم میں سے میرے رسول آوینگے اور میری آیتیں تمکو پڑھ کر سنائینگے اور تمکو پاک کرینگے۔ اور تمکو حکمت اور دانائی کی باتیں سکھلائینگے۔ چنانچہ اسی قاعدہ کے بموجب بنی آدم میں سے خدا کے مرسل وقتاً فوقتاً آتے رہے اور اپنے آمر کے حکم اُن لوگوں کو جنکے لیئے وہ مبعوث ہوئے سناتے رہے۔ جن لوگوں نے اس خلیفۂ وقت (نبی) کی اطاعت کی وہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون کے وعدہ کے حقدار ہو گئے۔ اور جنہوں نے بہیمی قوت کے محکوم ہو کر ان مرسلوں کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور ما وجدنا علیہ آباءنا کہہ کر وہ ہدایت سے دور اور اسکے عذاب کے مستحق ٹھہر گئے۔

انسانی فطرت پر غور کرنے سے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انسان کسی حکومت کے ماتحت رہے۔ حکومت سے آزاد رہنا اسکی بہیمیت کو کھلا چھوڑ دینا ہے۔ جو ساری برائیوں اور فسادوں کی بنیاد ہے۔

گو بنی آدم نے اپنے ظاہری اور جسمانی انتظام کے لیئے سلطنت کا سلسلہ قائم کیا مگر چونکہ انتظام کے ساتھ عقل کا وہ زبردست اور قوی رہنما (الہام) معاون نہیں تھا اسلیئے اُنکی بہت سی غلط کاریوں اور خود رائیوں سے مخلوق الٰہی پر بہت سے مظالم اور فساد برپا ہوئے۔ لیکن چونکہ قدرت کو اپنا کامل انتظام روحانی اور جسمانی قائم کرنا منظور تھا اور عقل انسانی بھی اس درجہ کے قریب پہنچ گئی تھی کہ اس انتظام کے حسن و قبح کو بخوبی سمجھ سکے اخیر زمانہ میں ایسے ملک اور قوم میں جو انسانی خصلتوں سے معرا تھے۔ ایسے شخص (محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) جو ظاہری عقل و علم و تجربہ سے امی محض تھے۔ بذریعہ وحی اپنا کامل اور مکمل ہدایت نامہ دیکر تمام بنی نوع انسان کے لیئے مبعوث فرمایا۔ اور آپنے اپنے مولا کی ہدایت کے بموجب پورا عمل کر کے روحانی اور جسمانی معاملت نمونہ قائم کر دیا۔ اور آپکے متبعین نے آپکے خلیفہ کی احکام کی سچی پیروی کرکے

کیا عجب اللہ تعالیٰ اسی میں شفا رکھدے اس حدیث کو پڑھکر فرمایا کہ **مومن** مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نکرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔
اے بھائیو! اپنے قوم کیطرف خطاب کرکے کہا اپنے ایمانوں کا محاسبہ کرو اور سوچو کہ اس حدیث کے معیار پر کہاں تک ایمان ہے۔

ہمارے اخلاق کا معیار

ہماری ہمدردی ہماری **اخوت** ہمارے **اخلاق** کا معیار بہت ہی گر گیا ہے ہم کسی کے ساتھ ہمدردی کرنے کے بجائے اسکی تکلیف پر ہنستے ہیں۔ ہماری محفلیں اور مجلسیں ایسے اذکار سے گرم ہوتی ہیں ہماری **اخوت** کا معیار یہ ہے کہ ہم اپنے کمزور بھائی کے گرانے میں اپنی کامیابی اور اپنی دانشمندی یقین کرتے ہیں۔ ہمارے اخلاق کا معیار یہ ہے کہ ہم اپنی **بداخلاقی** کو دوسروں کی **بداخلاقیوں** کی پناہ میں آسانی سے چھپا لیتے ہیں اور یہی ہمارا کمال ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہم **استخواں فروشی** سے فائدہ اٹھانے کے عادی ہیں۔ ہم بڑی دانشمندی کے ساتھ یہ وعظ کر سکتے ہیں کہ اپنے گرے ہوئے بھائی کو اٹھاؤ اور انکی مدد کرو انکا ہاتھ پکڑو مگر جب ہمیں خود موقعہ ملتا ہے تو ہم دھکا دیکر اسی گڑھے میں گرانے سے نہیں چوکتے یہ سب کچھ کیوں ہے؟ ہماری اخلاقی جرات کم ہو گئی ہے ہم نمایش کے دلدادہ ہیں۔
ہم میں قومی احساس نہیں اور سب سے بڑھکر یہ کہ ہم میں درد مند دل نہیں جو اخوت کے حقوق کو دیکھکر بیقرار ہو جائے
ایسی باتوں کا اظہار قومی عیب شماری کہا جاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں یہاں آؤ اور ہر روز ایک **درد مندل** کی صدا سنو کہ اس سے کیا نکلتا ہے اگر یہ امراض قوم میں نہیں تو اس سننے سے یہ آواز کیوں نکلتی ہے؟

دوسروں کی بربادی ہماری اصلاح کا ذریعہ نہیں

بعض اوقات جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری اندرونی یا بیرونی مخالفوں کو کسی نہ کسی وجہ سے نقصان پہونچ رہا ہے تو ہم خوشی کا اظہار کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے ہماری کوئی اصلاح ہو سکتی ہے؟ اسکا جواب صاف ہے ہرگز نہیں۔ **مومن** تو جب دیکھتا ہے کہ اسکے دشمن اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کو تباہ کر رہے ہیں اور آپسمیں کٹ کر مر رہے ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کے احسانات کو دیکھکر اور بھی شرمندہ ہوتے ہیں انہیں زیادہ فروتنی اور انکسار پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کا کوئی رشتہ نہیں جن اسباب کے ماتحت ایک قوم جو ہماری مخالف ہے ہلاک ہو رہی ہے انہیں اسباب کے نیچے ہم صرف **مسلمان** کہلا کر بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ اسباب اور نتائج کے علم سے جو لوگ واقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ نتائج میں فرق نہیں ہو سکتا پس ہمارے لئے کہ ہم دوسروں کی مٹتی ہوئی ہستی کو دیکھکر خوش ہوں نہیں ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور ان اسباب ہلاکت سے بچنے کی فکر کرنی چاہئے۔

قومی کاموں میں دلچسپی لو

قومی کاموں کے ساتھ دلچسپی پیدا کرنا ہمارا قومی فرض ہے اگر ہم صرف اتنا ہی اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اپنی کمائی میں سے چند پیسے یا چند روپیہ ماہوار یا سالانہ دینا ہی کافی ہے تو یہ قومی کاموں کے ساتھ کسی ہمدردی یا دلچسپی کا ثبوت نہیں بعض اوقات روپیہ پیسہ کی بجائے بہترین رائے زیادہ مفید اور قابل قدر ہو سکتی ہے۔ اسلئے قومی کاموں کے ساتھ سچی دلچسپی اسیوقت پیدا ہو سکتی ہے جب ہم ہر پیش آمدہ امر کے تمام پہلوؤں پر غور کریں اور اپنی رائے کو پیش کرنے میں کبھی تامل نکریں اور اسبات کی ہرگز پرواہ نہو کہ وہ سنی جائیگی یا نہیں یہ ہمارا کام نہیں بلکہ کام کرنے والے ذمہ وار لوگوں کا کام ہے ہمارا فرض نہیں ہمارا فرض صرف اتنا ہی ہے کہ جو قومی کام ہمارے سامنے ہو اسکی بہلائی کے لئے یا تکمیل کی خاطر جو امر ہماری سمجھ میں آئے فوراً پیش کر دیں۔

صدر انجمن کا سالانہ بجٹ

صدر انجمن کا مالی سال ستمبر سنہ [illegible] میں ختم ہو جائیگا۔ اسلئے اکتوبر سنہ [illegible] سے ستمبر سنہ [illegible] تک کے لئے جدید بجٹ کی طیاری کا مسئلہ ذمہ دار عہداروں کے سامنے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حسب معمول بجٹ احمدی انجمنوں کے پاس بھی بغرض اظہار رائے جائیگا اسکے بعد مناسب ترمیم و تنسیخ کے بعد وہ پاس ہوگا۔
بجٹ کا سوال بڑا ہی قابل غور سوال ہے اسلئے احمدی انجمنیں اسکے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کی تکلیف اٹھایا کریں۔ اور سلسلہ کی مدآت خرچ میں اشد ضروری کو مقدم رکھنا اپنا فرض سمجھیں۔ میری سمجھ میں اگر بجٹ کے ساتھ ہی اخراجات کے سال تمام کے نتائج بھی پیش ہو جایا کریں تو شاید احمدی انجمنوں کی ان کی رقوم کے متعلق غور کرنے میں زیادہ [illegible] ہو۔ اور اسطرح سالانہ رپورٹ بھی بجٹ کے ہمراہ ہی طیار ہو جایا کرے تو اچھا ہے۔

اور شراب پیتے ہیں ایسی بدظنی کا بھی سبب ہے کردہ ہم سے بالکل الگ ہو گئے ہیں اس قسم کا انقطاع تو کمزور لوگ کرتے ہیں کہ بالکل الگ ہو جائیں۔"

غرض ہر طرح سے موقعہ دیا گیا مگر تفریق پسند لوگوں نے ہم سے ملنا پسند نہ کیا اب اگر ہم الگ نہوتے تو کیا کرتے باوجود اسکے بھی ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنی حالت کا اندازہ کریں اور اسوقت دیکھیں انکی کیا حالت ہو رہی ہے۔ جو وقت وہ باہمی **مخالفت** اور ایک دوسرے کی تذلیل اور تخریب میں خرچ کر رہے ہیں اسے مخالفین اسلام کے **جواب** اور دفاع میں خرچ کریں۔ اور اپنے جھگڑوں کو **قرآن مجید** کے سامنے رکھدیں۔ اپنے **اخلاق** **و طرز عمل** سے دوسروں پر اثر ڈالیں۔ اپنے شیرازہ کو منتشر کر کے دشمنوں کو موقعہ ند و کہ وہ تمہیں ہڑپ کر جائیں۔ اور وہ ہر طرف سے اس فکر میں ہیں کہ تمہیں کھا جائیں اگرچہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ **اسلام غالب** ہوگا اور اسکی تمکین ہوگی۔ لیکن جو کام آج ہو سکتا ہے اسے اور کئی سالوں پیچھے کیوں ڈالتے ہو ؟۔

یہ بالکل سچ ہے کہ ہم ان صداقتوں کو ہاتھ سے نہیں دے سکتے جن پر ہم بصیرت کے ساتھ قائم ہیں۔ مگر اسلام ہاں مقدس اسلام کی حفاظت اسکی خدمت ہم سب کا مشترکہ کام ہے اگر وہ ہتیار جو ہمیں خدا تعالیٰ نے دئے ہیں اسلام کی تائید اور کفر اور باطل تردید کیلئے لاجواب ہیں تو انکے اختیار کرنے میں بخل سے کام نہ لو۔ بلکہ شرح صدر سے آگے بڑھو۔ ہمارے امام نے تم سے گالیاں سنیں اور سنکر کیا کہا۔

اسے دل تو نیز خاطر اینان نگاہدار
کاخر کنند دعوی حب پیمبرم

خدا کے لئے **سوچو** ایسا وسیع حوصلہ اور **فراخ سینہ** ہر شخص کا نہیں ہوا کرتا نبی کریم کی **عزت** اور **جلال** کے لئے **قرآن مجید کی شوکت** اور **صداقت** کے اظہار کے لئے جو کوشش ہم کر رہے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں تم کیوں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ آؤ اور آگے بڑھو تاکہ وہ کام ہو جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ **اسلام کی عزت و احترام** کیلئے کوشش کا وقت ہے خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ ظاہر ہو۔ وہ ظاہر ہو کر رہیگا مگر مبارک ہونگے وہ لوگ جو اپنی اجتماعی طاقت سے **حبل اللہ** کو مضبوط پکڑ لیں۔ اللھم اجعلنا منھم آمین۔

ایڈیٹوریل بریف نوٹس

سادہ سنگت قادیان حضرت امیر المومنین کی سرپرستی میں یہ مختصر سی انجمن خاموشی کے ساتھ اپنا تبلیغ کا کام کر رہی ہے حال ہیں چار ٹریکٹ چار ہزار تعداد میں چھپوا کر تقسیم کر رہی ہے۔ ان ٹریکٹوں کے نام یہ ہیں۔ **تیرتھونکا کھنڈن۔ مورتی پوجا کا کھنڈن۔ آواگون کا کھنڈن۔ اسلام اور سکھ ازم** یہ چاروں ٹریکٹ گرمکھی میں چھاپ کر تقسیم کئے جاتے ہیں جو صاحب سکھوں میں انکو تقسیم کرنا چاہیں وہ آدہ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر سکرٹری سادہ سنگت قادیان سے اسکی جلد یا جلدیاں منگوالیں۔ اسکے بعد ایک عجیب اور ضروری ٹریکٹ لکھا جا رہا ہے وہ ہندو اور سکھ ہے جسمیں یہ ثابت کیا جائیگا کہ سکھ ہندو نہیں ہیں۔ اس قسم کے ٹریکٹ کثرت کے ساتھ شائع ہونے چاہئیں سادہ سنگت ارادہ کرتی ہے اور اسکو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے کہ وہ دسمبر تک کم از کم چالیس ہزار ٹریکٹ شائع کر سکے جو صاحب اس نیک کام میں کچھ بھی مدد دینا چاہیں وہ روپیہ براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بھیجدیں اور اسکی اطلاع سکرٹری صاحب سادہ سنگت قادیان کو دیدیں۔ سادہ سنگت کے ممبروں میں بڑے بڑے آدمی نہیں ہاں اسکے ممبروں میں ایک ہی انسان ہے جو چار لاکھ کا امام ہے۔ سادہ سنگت نمایش سے کوئی کام نہیں کریگی بلکہ خاموشی سے اپنا کام کرتی جائیگی۔

جو لوگ ایسی مجلس کی ضرورت سمجھینگے یا اسکے کام سے ہمدردی رکھینگے وہ خدا ایسی طرف متوجہ ہونگے یہ سادہ سنگت کے ممبروں کو کامل یقین ہے۔

اسلام اور پولیٹکل اس عنوان پر الحکم میں میں نے لکھنا شروع کیا تھا کہ منشی محمد معین صاحب نے جہانگیر لاہور سے مجھے لکھا کہ وہ اسپر لکھنا چاہتے ہیں پس میں نے اپنی توجہ کسی اور کام کی طرف کرنی مناسب سمجھی اب اس عنوان پر انکے لکھے ہوئے مضامین شائع ہونگے میں بھی ضرورتاً کچھ لکھونگا۔

لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ

جمعہ گذشتہ کو حضرت امیر المومنین نے اس حدیث پر خطبہ پڑہا۔ اسکے ساتھ اور بھی تین حدیثیں آپنے پیش کی تھیں۔ خطبہ کے شروع میں آپنے فرمایا کہ اپنے منشاء کے لحاظ سے اصلاح مرض قوم کے نسخہ کو تبدیل کرتا ہوں

مجید کے ساتھ عشق و محبت کا نمونہ اور اسکی اطاعت کے پاک جذبات کا اسوہ حسنہ۔ مگر اب تیرہ سو سال کے بعد حالت بدل گئی ہے۔ مسلمانوں نے مسلمان کہلا کر قرآن مجید کو اختلاف مٹانے کی بجائے اختلاف کا ذریعہ قرار ... دیا۔

-انا للہ وانا الیہ راجعون-

اگر قرآن مجید ہی انکی نزاعون اور اختلافات کا حکم ہوتا اسکی عدالت میں انکے تمام دینی اور دنیاوی قضایا جاتے تو ایک آن میں سب کے سب جھگڑے مٹ جاتے۔ مگر وہ پاک خدمات سے وہ ادب کتاب مجید کا نزلا اور وہ زمانہ آگیا جسکے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قرآن پڑھیں گے مگر [خلق] سے نیچے نہ اتریگا۔

ایسی حالت میں وعید کے موافق ایک مامور آیا اُسکا دعویٰ انو کھا اور نرالا دعویٰ نہ تھا اس سے اسلام کی فضیلت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کمال ظاہر ہوتا تھا مگر نہیں جہاں ہفتاد و دو ملت کے جھگڑے پہلے سے اسلام کی بنیادوں کو کمزور کر رہے تھے مسلمان کہلانے والے ہاں علما کہلانے والوں نے پوری طاقت کے ساتھ اُسکا مقابلہ کیا۔ قریب تھا کہ یہ لوگ اپنی اجتماعی قوت اور طاقت کے ساتھ اسکو قتل کر دیتے مگر اسکے ساتھ بھیجنے والے کا وعدہ تھا کہ ایسا نہیں ہو سکے گا اُسنے انکو کیا کہا؟ یہی کہ آسمانی فیصلہ کو قبول کرو۔ اور قرآن مجید کے سامنے اپنا سر رکھدو مگر مقابل طرف سے جواب دیا گیا انت کافر انت کافر۔

اسپر اسنے کہا۔

"اے بزرگو! اے قوم کے منتخب لوگو! اے مولویو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں"

مگر کسی نے نہ سنا۔ اور الٹا اُسپر الزام لگا کر اسنے قوم سے قطع تعلق کیا۔ میں کہتے الفاظ میں با آواز بلند کہتا ہوں کہ وہ شاہزادۂ امن تھا اور امن کے زمانہ میں آیا اور امن لیکر آیا۔ وہ تلوار چلانے نہیں بلکہ صلح کرانے آیا تھا مگر اُسکی بات کو بہت ہی کم لوگوں نے سنا۔ جنہوں نے سنا اُنہوں نے دیکھا کہ اُسکی پاس آکر شیعہ۔ سنی۔ مقلد غیر مقلد کے سب جھگڑے رفع ہو گئے ایک ہی مقام اسنے سبکو کھڑا کر دیا۔

وہ نزاع جو صدیوں سے مسلمانوں کو تباہ کر رہی تھی اُسکے دم سے یکدم جاتی رہی اُسکی جماعت میں ہر فرقہ سے لوگ آکر شامل ہوئے۔ مگر انمیں وہ امتیاز اور جھگڑا نہ رہا۔ انمیں وہی دور پھر آیا جو خیر القرون میں تھا۔

اسنے متعدد مرتبہ اپنی قوم کو پیغام صلح دیا مگر کسی نے توجہ نکی یا ان لوگوں نے جو ذمہ دار تھے توجہ کرنے کی اسکے جواب دہ علماء ہیں یا امرا جو قوم کے دماغ اور جسم کا کام کر رہے ہیں۔ علماء اگر تنگ خیال تھے تو امرا تو آزاد خیال اور لبرل تھے کیوں انہوں نے لبیک نہ کہا۔

۵ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء کو آپنے الصلح خیر کے عنوان سے ایک اشتہار دیا۔ اس میں لکھا "اے علماء قوم جو میرے مکذب اور مکفر ہیں یا میری نسبت متذبذب ہیں آج پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایکمرتبہ پھر آپ صاحبوں کی خدمت میں مصالحت کی درخواست کروں۔

مصالحت سے یہ مراد نہیں کہ میں آپ صاحبوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے مجبور کروں یا اپنے عقیدہ کی نسبت اس بصیرت کے مخالف کوئی کمی بیشی کروں جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ بلکہ اس جگہ مصالحت صرف مراد ہے کہ فریقین ایک پختہ عہد کریں کہ وہ اور تمام وہ لوگ جو ان کے زیر اثر ہیں ہر ایک قسم کی سخت زبانی سے باز رہیں اور کسی تحریر یا تقریر میں یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نکریں اور اگر [illegible] فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں تو جیسا کہ شرط تہذیب ہے اور شایستگی ہے فریق ثانی کی مدارت کریں بالفعل اس اندرونی تفرقہ کے مٹانیکے لیے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں"

پھر ۲۵ فروری سنہ ۱۹۰۱ء کو ایک نئی تقریر میں آپنے فرمایا "یہ ہمیشہ رہا کہ ہمارے مخالف ہمارے ساتھ صلح کرلیں اپنی جماعت کے ساتھ اگرچہ میری ہمدردی خاص ہے مگر میں سب کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں اور مخالفین کے ساتھ بھی میری ہمدردی ہے۔ مخالفین ہم سے صلح کرلیں ملنا جلنا شروع کر دیں بے شک [بلکہ] اپنے اعتقاد پر رہیں ملاقات سے اصلی حالات معلوم ہو جاتے ہیں۔ امرتسر کے بعض مخالف سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کے منکر ہیں

الحکم قادیان دارالامان
۲۸-جنوری ۱۹۱۲ء

اسلامی تعلیم کی فلاسفی

(نمبر اول)

آگرہ کے آریہ مسافر کی تحریروں پر میں نے بہت ہی کم نوٹس لیا ہے اور اس کی وجہ اس کی زبان۔ اس کا لہجہ۔ اور اس کا طرز بیان ہے میں ہر شخص کا حق سمجھتا ہوں۔ کہ جو بات کسی مذہب کے متعلق اسے سمجھ میں نہ آوے۔ وہ اس پر اعتراض کرے۔ مگر یہ امر شیوہ انسانیت سے بعید ہے۔ کہ اس اعتراض کو ناگوار اور رنجیدہ طریق سے پیش کیا جاوے۔ اسی بدمذاقی اور بے اصولی نے حق و باطل میں التباس کر دیا ہے۔ اور بہت ہی کم وہ لوگ ہیں۔ جو محض حق جوئی کے لئے کوئی بات منہ سے کہتے ہوں۔ آریہ مسافر نے تو اپنا مشن ہی یہ قرار دے رکھا ہے۔ شروع سال سے اس نے "اسلامی شاستروں کی فلاسفی" کے عنوان سے اسلام کی پاک تعلیم پر اعتراض کرنے کا نیا سلسلہ شروع کیا ہے۔ میرا خیال تھا۔ کہ وہ اخبار جو خصوصیت سے آریہ مسافر کے اعتراضات کا جواب دینے کے مدعی ہیں۔ اس پر توجہ کریں گے۔ مگر اب تک ان کی طرف سے خاموشی ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ آریہ مسافر کے اس سلسلہ پر میں کچھ لکھوں۔ و باللہ التوفیق

مذہب اسلام کا مدار کس پر ہے؟

مسافر کہتا ہے کہ "قرآن شریف کے بعد مسلمانوں کے مذہب کا دار و مدار کتب حدیث پر ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مسلمانی مذہب کا دار و مدار زیادہ تر کتب احادیث پر ہی ہے کیونکہ قرآن میں ہر ایک آیت مختصر۔ مطلب پیچیدہ اور بہت سی آیات بالکل مہمل اور بے معنی ہیں۔ علاوہ بریں عام مسلمان قرآن کو سمجھ بھی نہیں سکتے"

معزز ناظرین! خدا کے لئے انصاف کریں۔ کہ جس شخص کی واقفیت مذہبی کا یہ حال ہو۔ کہ اسے اتنا بھی معلوم نہ ہو۔ کہ تعلیم اسلام کا مدار کس چیز پر ہے۔ وہ آج اسلام پر اعتراض کرنے کا حوصلہ کرتا ہے۔ یہ جرات اور دلیری ایسے لوگوں کا کام ہو سکتا ہے۔ جو اپنے پہلو میں ناخدا ترس دل اور کانشنس سُن رکھتے ہوں۔ پھر جو دعویٰ مہاشہ جی نے کیا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب کا مدار کتب احادیث ہی پر ہے۔ اس کے دلائل جو آپ نے پیش کئے ہیں۔ وہ بجائے خود پانچ دعوے ہیں۔ جن پر میں نے نمبر دیدیئے ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

گمراہ مسافر دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں جانتا

گالیاں دینا اور بات ہے اور معقول اور مدلل بات پیش کرنا اور۔ مہاشہ جی کی اپنی واقفیت اور عوام کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے پہلے یہ بحث پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے مذہب کے جاننے کے لئے کیا ذرائع ہیں اور قرآن و حدیث میں کیا تعلق ہے؟

پس معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل اسلام خواہ وہ کسی بھی فرقے کے ہوں اپنے مذہب کا مدار قرآن مجید پر رکھتے ہیں۔ اور کتاب اللہ کو دیگر حجج شرعیہ پر مقدم اور امام ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ کے پایہ اور مرتبہ کو اور کسی کا مرتبہ نہیں پہنچتا۔ قرآن کریم وحی متلو ہے۔ اور اس کے جمع کرنے اور محفوظ رکھنے میں وہ اہتمام ہوا ہے۔ کہ یہ کام خود اللہ تعالیٰ نے آپ کیا۔ جیسا کہ فرمایا انا علینا جمعه وقرانه اور پھر انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ کسی اور کتاب کو یہ درجہ اور رتبہ نہیں ملا۔ پس قرآن کریم بہرحال امام اور مقدم ہے اور قرآن کریم کے بعد جو ذریعہ اسلامی تعلیم کے معلوم کرنے کا ہمارے ہاتھ میں ہے وہ

سُنّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہے

سُنّت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور قرآن کریم کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہیگی یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو۔ کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سُنّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا فعل جو بجائے خود قرآن مجید کی تصویر ہے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ جو ایک اعلیٰ درجہ کی فقیہہ اور دقیقہ رس خاتون تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کی تفسیر ان الفاظ میں کرتی ہے۔

کان خلقه قرانا

یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و سیرۃ کا اگر علم حاصل کرنا چاہو۔ تو قرآن کریم کو دیکھ لو۔ اور یہ ضروری بھی تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور اطاعت اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کا ذریعہ قرار دی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید ہی میں فرمایا قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله یعنے اگر تم چاہتے ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ۔ تو میری (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اتباع کرو۔ اب چونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل سے وابستہ ہے اور دوسری جگہ فرمایا ولکم فی رسول الله اسوة حسنة تمہارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

اسوہ حسنہ ہے

تو پھر سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک لازمی جزو تعلیم اسلام کا ٹھہرا۔ اور یہ کوئی نئی اور نرالی بات نہیں ہے۔ سُنّت اللہ اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جب جب انبیاء علیہم السلام دنیا میں آتے ہیں اور وہ ہدایات جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس آتی ہیں۔ وہ تبلیغ کے ساتھ اپنے فعل اور عمل سے اس کلام الٰہی کی تفسیر کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ اس کلام الٰہی کا سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل نہ ہو۔ یہ عملی ہدایت نامہ تواتر کے ساتھ دنیا میں جاری ہو جاتا ہے اور اس وقت تک جو ہدایات و تعلیمات اسلام ہم تک پہنچی ہیں۔ اگر کوئی بھی ذریعہ نہ ہوتا تو بھی سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا زبردست ذریعہ تھا کہ وہ تعلیمات ہم تک پہنچ سکتی تھیں۔ ہاں سنت کے بعد تیسرا ذریعہ ہدایت کا احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ بھی ہیں۔ لیکن ایسا قیاس کرنا کہ احادیث نعوذ باللہ قرآن کریم یا سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم اور امام ہیں ایک ایسا افترا ہے جو مسلمانوں کا کوئی گروہ اس کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو سکتا۔

پس یہ پہلی اور خطرناک غلطی ہے۔ جو گمراہ مسافر نے کھائی۔ کہ مسلمانوں کے مذہب کا مدار احادیث پر ٹھہرایا۔ حالانکہ مجرد احادیث کے لفظ میں ہر قسم کی احادیث صحیح اور غیر صحیح شامل ہو سکتی ہیں محدثین نے احادیث کی صحت و قوت کے لئے جو قواعد ترتیب دیئے ہیں۔ ان پر بحث کرنا اس وقت ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ مگر اتنا کہنے سے میں رک نہیں سکتا۔ کہ احادیث کی صحت اور قوت استدلال کے متعلق ایک موٹا اور کبھی خطا نہ کرنے والا عام فہم اصل یہ ہے کہ جو احادیث قرآن مجید اور سُنّت صحیحہ کے خلاف نہیں وہ قبول کی جاتی ہیں اور باقی کی یہی تاویل کرنی پڑے گی۔ اور اگر کسی طرح پر وہ قرآن مجید اور سُنّت صحیحہ سے مطابقت نہیں کھاتی تو افسوس کے ساتھ ہم اسے رد کر دیں گے۔

اس قدر بیان کے بعد میں گمراہ مسافر کے ان لایعنی دعاوی کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو اس نے قرآن مجید کی نسبت کئے ہیں اور جن پر میں نے تمیز کے نشان لگا دیئے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات کے متعلق یہ کہنا کہ ہر ایک آیت مختصر اور مطلب پیچیدہ ہے۔ ایک ایسا بیہودہ دعویٰ ہے۔ کہ بجز ایسے شخص کے جس نے قرآن مجید پر کبھی تدبر نہ کیا ہو کوئی نہیں کر سکتا اور یا وہ شخص کر سکتا ہے جو حد درجہ کا باطل پرست اور یاوہ گو ہو۔ قرآن مجید کی ہر آیت آیت اسی لئے کہلاتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام ہونے کا زبردست نشان ہے اور بجز ایسے شخص کے جس کے دل و دماغ ممسوخ ہوں۔ اس کا آیت ہونا کیا بلحاظ اس کی ترتیب کلام اور اسلوب بیان کے اور کیا بلحاظ معانی اور حقائق کے سمجھ میں آ جاتا ہے اور آج تک کسی معترض نے کوئی آیت پیش نہیں کی جو اس معیار پر پوری نہ اُتری ہو۔

میں نہیں جانتا مختصر سے گمراہ مسافر کی کیا مراد ہے خیر الکلام ما قل و دل اگر اس نے پڑھا نہیں تو سنا ضرور ہوگا۔ اعلیٰ درجہ کے محرر اور مقرر کی یہی خوبی ہوتی ہے۔ کہ وہ تھوڑے الفاظ میں بہت سے مطالب کو ادا کر سکے اور یہ خوبی عربی زبان میں نہایت شان کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اور یہ

قرآن مجید کا بہت بڑا اعجاز ہے

مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ میں اسے ذوق مضمون کے سلسلہ میں یہاں ضمناً درج کر دیتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور انگریزی اور عربی زبان کی وسعت اور مطلب خیزی پر گفتگو ہو رہی تھی حضرت نے فرمایا کہ عربی زبان میں وسعت مطالب بہت ہے اور وہ نہایت تھوڑے الفاظ میں بڑے مطالب کو ادا کر سکتی ہے اس وقت آپ نے پوچھا کہ بھلا انگریزی میں میرا پانی کو کیا کہتے ہیں۔ ایک انگریزی خوان نے بتایا کہ my water مائی واٹر۔ آپ نے فرمایا کہ عربی میں صرف مائی کہنے سے کام چل جاتا ہے۔ غرض اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ عربی زبان تھوڑے الفاظ میں بہت بڑے مطالب اور معانی کو ادا کر سکتی ہے اور یہ خوبی اور اعجاز ہے اور قرآن مجید میں یہ اعجاز نہایت ہی اعلیٰ درجہ پر پایا جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ یہ خوبی آگرہ کے مسافر کی نظر میں عیب ہے سچ ہے ع

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است۔

ہاں یہ قرآن مجید کی آیات نہایت مفصل ہیں۔ اور قرآن مجید کی بجائے خود یہ شان اور دعویٰ اس میں موجود ہے کتاباً مفصلاً۔

کہ کیا کیا جاوے کہ اللہ راضی ہو جاوے اور ایسے اکسیر لوگ کم نظر آتے ہیں۔ فما اشکوا الا الی اللہ۔"

ان سطور کو غور سے پڑھو اور اس خواہش کے پورا کرنے کی فکر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمارے امام کی غرض اور مطلوب پورا کرنے والا بناوے۔ آمین۔

شاہزادہ امن کا پیام قوم کو

رامپور کے مباحثہ میں ظالم طبع امرتسری منکر نے ایک موقعہ پر نہایت درد انگیز پیرایہ میں حاضرین کے جذبات کو اپیل کیا یہ کہکر کہ مرزا صاحب نے ہم پر اسقدر ظلم کیا ہے کہ ہماری لڑکیوں تک کے پینے سے اپنی جماعت کو منع کر دیا اسوقت وہ جوش کی لہر میں اسطرح بہا جا رہا تھا کہ اپنی منہ سے بہو بیٹیاں نکل گیا کہ ہماری بہو بیٹیوں سے کیا گناہ کیا تھا جو انکے پینے سے بھی انکار کر دیا۔

اسوقت میری غرض اس ناپاک الزام پر ریمارک کرنا نہیں کہ ایک مولوی کے منہ سے یہ کیسے الفاظ نکل رہے ہیں بلکہ میں یہاں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب مغفور نے اپنی قوم کو کیا سمجھا اور کیا تھا [illegible] اور کیا فی الحقیقت آپ [illegible] [illegible] کا فیصلہ [illegible] [illegible] کرونگا۔

ایک وقت تھا کہ مسلمان قرآن کریم کے عاشق زار تھے۔ قرآن کریم کے الفاظ انکے تمام جھگڑوں اور اختلافوں کی آگ پر پانی ڈالدیتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمان سعادت میں بعض ملکی معاملات پر سختی کے ساتھ اختلاف ہوا اور باہم اس قسم کے مباحثے ہوئے اگر وہ عصر سعادت نہوتا تو شاید تلوار اسلام کا فیصلہ کر دیتی مگر نہیں چونکہ قرآن مجید حکم اور امام تھا اور وہی سب کے لئے خضر راہ تھا اسلئے جب اسپر آکر بات ٹھہر لی تو سب نے سب سر جھکا دیتے اور اسیکو اپنے لئے کافی سمجھتے تھے۔

اور پھر لطف یہ ہے کہ اسکے سمجھنے کے لئے کبھی کوئی کسی پر اس قسم کی نکتہ چینی نہ کرتا کہ تو نے شامی یونیورسٹی کی ڈگری حاصل نہیں کی یا فلاں اور فلاں مدرسہ کی سند تیرے پاس نہیں بلکہ ایک فاضل سے لیکر ایک وحشی بدوی تک قرآن کریم کے مضامین کو بڑی آسانی سے سمجھتا اور فی الواقع لقد یسرنا القرآن فھل من مدکر پر ایمان لاتا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اندر باہر انکے لئے یہی رہنما اور ہادی تھا۔

اس زمانہ کے حالات سے اگر مسلمان واقف ہوتے یا اسوقت انکو واقف کرنے کی کوشش ہوتی تو معلوم ہو جاوے کہ مسلمانوں کو کتاب اللہ کی کس درجہ کی محبت تھی اور اسپر عمل کے لئے کسقدر جوش تھا۔

فدائے اسلام حضرت صدیق اکبر جب مریض ہوئے۔ اور مرض کا غلبہ ہوا اس حالت میں کسی صحابی نے فرط شوق سے آپ کے کسی مدحیہ قصیدہ کے کچھ شعر پڑھے مگر جونہی صدیق اکبر رضی آنکھ کھلی اسی حالت مرض میں فرمایا کہ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ قرآن مجید کی بجائے کسی شاعر کا قول سنوں یہ تھی محبت قرآن کریم کی اور یہ تھا عشق کتاب مجید کا۔

حضرت فاروق اعظم کا کمال

عشق تو اسی ایک واقعہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں کاغذ اور قلم طلب کی تو۔ فاروق اعظم باوجود اسکے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نہایت درجہ کا احترام اور ادب کرتے تھے اور آپکی محبت میں سرشار تھے مگر بول اُٹھے حسبنا کتاب اللہ

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت فاروق رضی کی جوش محبت کی وجہ سے حالت بدل گئی اور بڑے جوش کے ساتھ آپ شمشیر بکف نکلے اور کہا کہ اگر کسی نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو اسکے اور میرے درمیان یہ تلوار فیصلہ کر دیگی یہ تاریخی واقعہ ہے اس سے آپ کی محبت اور عشق رسول کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن اس جوش کو اعتدال پر لانے والی وہ کیا چیز تھی؟ قرآن مجید۔

حضرت صدیق اکبر رضی نے جونہی۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پڑھا فاروق اعظم کی اس جوش کی آگ پر پانی پڑ گیا اور آپنے تلوار ہاتھ سے رکھدی اور سب جوش فرو ہو گیا۔ یہ تھا قرآن

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

تاریخہائے اشاعت ۷ و ۱۴ و ۲۱ و ۲۸

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہ سادہ قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

نمبر ۲۸ قادیان دار الامان ۷ اگست ۱۹۰۹ء سنہ عیسوی مطابق ۲۷ رجب ۱۳۲۷ ہجری جلد ۱۳
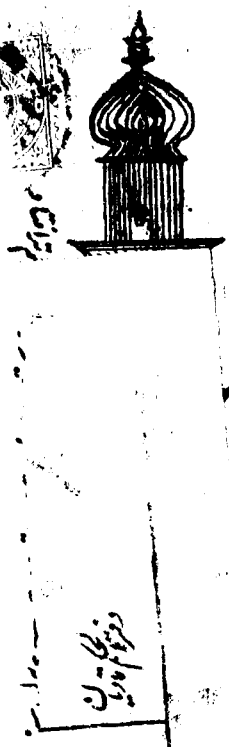
خلیفۃ المسیح کیا چاہتے ہیں

مجھے ایک مختصر سی سفر کے لئے آج حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور اجازت کے لئے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور میں آپکے حضور حاضر ہوا۔ میں نے اپنی منزل مقصود کی کی جماعت کے لئے کوئی پیغام پوچھا۔ فرمایا میرا پیغام تو ایک ہی ہے۔

خدا سے ڈر اور پھر کچھ کر۔

فرمایا ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہی کہ آپنے کوئی نیا کلمہ بنایا ہے میں نے کہا ہاں اُسنے کہا ایسی عجیب بات تو میں سننی چاہتا ہوں میں نے اُسکو کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوئی کلمہ ایجاد کیا تھا اُسنے جواب دیا ہاں۔

پھر میں نے پوچھا کہ اُسوقت سب سے بڑی بلا کیا تھی اُسپر اُسنے کہا کہ شرک۔ میں نے کہا یہی وجہ تھی کہ آپنے **لا الٰہ الا اللہ** کلمہ تجویز کیا۔ اور دوسری آفت نبوت کی پرستش تھی جیسا کہ حضرت مسیح کو خدا بنایا گیا اسلئے دوسرا جزو **محمد رسول اللہ** تجویز ہوا۔

اس زمانہ میں ایک خطرناک آفت ہے۔ اس آفت کے لئے اسوقت ایک کلمہ کی ضرورت ہے بس اسکے حسب حال ہمارے امامؑ نے ایک کلمہ رکھا۔ اُسکو جو تمہارا جی چاہے کہو۔

وہ آفت دنیا کو دین پر مقدم کرنیکی ہے۔ اسلئے حضرت امامؑ نے یہ تجویز کیا کہ وہ اپنی جماعت سے عہد لے کہ "**میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا**"۔ پھر اسی سلسلہ فرمایا کہ مجھے تو **عملی حالت کی** اصلاح کی ضرورت ہے پس یہی پیغام ہے جسکو چاہو دیدو۔

پھر آپنے اور بھی بہت کچھ فرمایا۔ جنپر توفیق ملنے پر لکھونگا بالآخر آپنے مجھے لکھ کر دیا۔

قوم میں دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالے مطلوب ہیں۔ ۱

جنکو دنیا کی پروا بھی نہو جب مقابلہ دین و دنیا کا آکر پڑے۔ ۲

باہمت واعظ مطلوب ہیں جو اخلاص و صواب سے وعظ کریں۔ ۳

عاقبت اندیش صرف اللہ پر بھروسہ کرنیوالے دعاؤں کے قائل اور علم پر گھمنڈ کرنیوالے علما مطلوب ہیں جنکو فکر لگی ہو کہ کیا جاوے۔ ۴

(انوار احمدیہ مشین پریس میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک پریس کے چھپکر شائع ہوا)